


جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور کا ترجمان مجلہ

# نوائے خادم

شمارہ رمضان المبارک تا ذیقعد 1445 ہجری




jamiausmania1.blogspot.com
nawaekhadim@gmail.com

شائع کردہ
جمعیت طلباء عثمانیہ



نوائے خادم شمارہ رمضان المبارک تا ذیقعد 1445 ہجری

# نوائے خادم اراکین

## بیاد

- مہر احمد بخش مرحوم
- مولانا یسین احمد عثمانیؒ
- مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ

## زیر سرپرستی

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا خادم حسین صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

## زیر نگرانی

- حضرت مولانا احمد قاسمی صاحب
- مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب

## مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد عبید الرحمن صدیق صاحب

## مدیر

مولانا محمد داؤد الرحمن علی صاحب

## مدیر معاون

مولانا سہیل نواز عثمانی صاحب

## مجلس مشاورت

- مولانا شوکت علی اعوان صاحب
- مولانا عبداللہ ہزاروی صاحب
- مولانا محمد اکرم عثمانی صاحب
- مولانا عمیر نواز صاحب
- مفتی محمد شمس الرحمن عثمان صاحب
- ڈاکٹر محمد عثمان غنی صاحب
- صاحبزادہ حافظ محمد قاسم اسامہ صاحب

جمعیت طلباء عثمانیہ

جامعہ عثمانیہ

# فہرست مضامین










# اداریہ

محمد داؤد الرحمن علی (مدیر مجلہ نوائے خادم)

رحمتوں، برکتوں، مغفرتوں، جہنم سے آزادی کے پروانوں، رب کو راضی کرنے کے اوقات اپنے اندر سمیٹے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ ہم پر سایہ افگن ہو چکا ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں رحمت کے دریا موجزن، مغفرت کے اعلانات، جہنم سے آزدی کے لمحات، رب کو پانے اور رب کی رضا حاصل کرنے کی صدائیں موجود ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں خالق ارض وسما نے اپنا کلام قرآن کریم اتارا اور اس میں ہماری رشد وہدایت کا سامان رکھا۔ یہی وہ مہینہ ہے جس کے استقبال کے لیے فخر کائنات، فخر موجودات، خاتم النبیین، رحمتہ للعالمین ﷺ تیاری فرمایا کرتے تھے۔ یہی وہ مہینہ ہے جو رب کی طرف سے امت محمدیہ ﷺ کے لیے ایک تحفہ ہے۔ سارا سال گناہ میں گزارا، نافرمانیاں کرتے رہے، میرے حکم کی حکم عدولی کرتے رہے، سارا سال اپنی مرضی سے دن گزارے، اب آؤ یہ صرف ایک مہینہ ہماری مرضی سے گزار لو، ہم سے مانگ لو، ہمارے سامنے گڑگڑا لو، سجدہ ریز ہو جاؤ ہم تمہارے گناہوں پر قلم عف پھیر کر تمہیں اپنی رضا کی سند عطا کر دینگے۔

اللہ کا احسان، فضل، کرم، رحمت سمجھتا ہوں کہ رب ذوالجلال نے ہمیں اس عظیم ماہ مبارک میں "مجلہ نوائے خادم" کو شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قارئین مجلہ نوائے خادم کو خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ آج الحمدللہ ثم الحمدللہ یکم رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ میں مجلہ نوائے خادم نے کامیابی و کامرانی کا پہلا سال مکمل کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل و کرم، والدین، اساتذہ، محبین، مشفقین کی دعاؤں کا ثمر ہے، ورنہ ہم اس قابل نہ تھے۔ اس پر مسرت اور خوشی کے موقع پر رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ شکر بجا لاتا ہوں کہ جس نے ہمیں اس شمارہ کو آپ تک پہنچانے کی ہمت و توفیق عطا فرمائی، اور مجلہ نوائے خادم کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمایا۔

آج "مجلہ نوائے خادم" جس مقام پر براجمان ہے، جس مقام پر موجود ہے وہاں تک پہنچانے میں جہاں انتظامیہ کی شب و روز محنت ہے وہیں "قارئین مجلہ نوائے خادم" کی محبت ہے۔ اور وہیں میرے پیارے، میرے ہمدم، میرے بھائی حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ کا خواب بھی ہے۔ کل کی بات معلوم ہوتی ہے جب میں اپنے بڑے بھائی جان حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ سے اس بابت مشورہ کیا کرتا تھا، ان کے خواب کو

پورے ہوئے پورا ایک سال مکمل ہوگیا،پر وہ ہم میں موجود نہیں،ان کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے،پر خوشی محسوس کرتا ہوں کہ جو یہ پودہ لگا گئے ان شاءاللہ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

"مجلہ نوائے خادم'' میں جہاں آپ کو قلم نگاروں کے قلم کی روانی نظر آئی،وہیں قلم نگاروں کے علمی جواہرات کے موتی آپ کو میسر ہوئے،وہیں'' قارئین مجلہ نوائے خادم'' کی دید اور حوصلہ افزائی بھی ہے۔اگر قلم نگاروں کے قلم کی چاشنی و قارئین کرام کی محبتیں نہ ہوتیں تو شاید ''مجلہ نوائے خادم''اس مقام پر نہ ہوتا۔اس پر مسرت موقع پر میں اپنے استاد،اپنے مربی،اپنے شیخ،اپنے روحانی مرشد،اپنے والد گرامی استاذالعلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ،میرے مشفقین اساتذہ،استاد محترم حضرت اقدس حضرت مولانا محمد احمد قاسمی صاحب مدظلہ (فاضل دیوبند،منتظم اعلیٰ الغزالی فورم)،استاد محترم حضرت مفتی ناصرالدین مظاہری صاحب مدظلہ (استاذالحدیث جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور،مدیر آئینہ مظاہر العلوم) برادر کبیر حضرت مولانا محمد عبیدالرحمن صدیق صاحب مدظلہ،ڈاکٹر محمد عثمان غنی صاحب مدظلہ و دیگر تمام احباب کا دل کی گہرائیوں سے مشکور و ممنون ہوں کہ ہمہ وقت آپ سب نے میری سرپرستی فرمائی،اپنے مفید مشوروں سے نوازا،اپنی قیمتی آراء دیں جو ہمہ وقت میرے مشعل راہ بنیں۔

تمام قلم نگاروں کا شکریہ کہ جنہوں نے میری ادنیٰ سی درخواست پر اپنے قیمتی مضامین،علمی جواہرات مجھے دیے اور ''مجلہ نوائے خادم'' کو چار چاند لگائے۔ان تمام قارئین کرام کا بھی از حد مشکور ہوں کہ جنہوں نے ''مجلہ نوائے خادم'' سے استفادہ حاصل کیا،اس مجلہ کو اندرون و بیرون ملک میں کامیابی سے ہمکنار کرایا،اور اپنی قیمتی آراء دیں۔آپ کے تبصرہ جات سے ہم نے مجلہ کو بہتر بنانے کی کوشش کی،آپ کے کلمات سے ہمیں کمی کوتاہیاں معلوم ہوئیں اور مجلہ نے کامیابیوں کا سفر طے کیا۔

یہاں خاص طور پر میں اپنی پوری ٹیم کا شکر گزار ہوں،جنہوں نے شب و روز محنت کی،جو میرے ساتھ قدم بہ قدم رہے،جب بھی انہیں ''مجلہ نوائے خادم'' کے بارے میں آواز دی،سب نے لبیک کہا اور اس نیک کام میں میرے دست بازو بنے،شب و روز محنت کی،عمدہ،بہترین،بے مثال ''مجلہ نوائے خادم'' کی تیاری میں،اس کی اشاعت میں کردار ادا کیا۔

رمضان کے ان بابرکت لمحات میں جب بھی اللہ کے حضور ہاتھ بلند کریں،جب بھی رب کائینات سے مانگیں،جب بھی رب کے حضور گڑگڑائیں اس وقت اپنی ان خصوصی دعاؤں میں امت محمدیہ ﷺ کو یاد رکھیں،میرے پیارے بھائی کو بھی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں،مجھے اور میری ٹیم کو دعاؤں میں شامل حال رکھیں کہ اللہ پاک تادم آخر دین کا کام ہم سے لیتا رہے۔آخر میں آپ سب کو ایک بار پھر ''مجلہ نوائے خادم'' کی کامیابی کا پہلا سال مبارک ہو۔والسلام!

سلسلہ درس قرآن

# درس قرآن



مولانا محمد خادم حسین صاحب دامت برکاتہم

## الحمد للّٰہ رب العالمین○ الرحمٰن الرحیم○

الف لام جنسی یا عہد خارجی ہے مراد صفاتِ کارسازیہ یا صفاتِ الوہیت ہیں، لفظ ''اللہ'' علَم ہے مراد وصف مشہورہ خالق ہے، آگے چار صفات ہیں: رب، رحمن، رحیم، مالک جو کہ دلیلِ دعویٰ ہیں۔

ترجمہ ہوگا، تمام صفاتِ الوہیت خاص ہیں ایسے خالق کیلئے جو کہ ان صفاتِ اربعہ سے موصوف ہے اور کسی میں یہ صفات نہیں، لہٰذا وہ مستحق حمد بھی نہیں۔

**الحمد للہ** کا جملہ جہاں استعمال ہوا، قرآن پاک میں وہاں صفاتِ الوہیہ کا ذکر ہے، مثلاً:

**الحمد للّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمٰت والنور۔ (الانعام:۱)**

**فللّٰہ الحمد رب السمٰوات ورب الارض رب العالمین۔ (الجاثیہ:۳۶)**

**وسلامٌ علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العالمین۔ (الصافات:۱۸۲)**

**قل الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی آللّٰہ خیرٌ اَمّا یشرکون۔ (النمل : ۵)**

خالقیت وربوبیت کا نظام تمام مخلوقات کے لئے عام ہے خواہ خاکی ہوں یا ناری و نوری، علوی ہوں یا سفلی، برّی ہوں یا بحری۔۔۔ جیسا کہ آیاتِ ذیل سے ظاہر ہے:

**اللّٰہ خالق کل شیئٍ وھو علیٰ کلِّ شیئٍ وکیل۔ (الزمر : ٦٢)**

**قل اغیر اللّٰہ ابغی ربًّا وھو رب کل شیئٍ۔ (الانعام : ١٦٤)**

## مالک یوم الدین

**دین** کے چار معنی ہیں۔

شریعت: **''ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ'' (آل عمران:٨٥)**

توحید:۔۔۔ **''ان الحکم الا لِلّٰہ امر ان لّا تعبدوا الا ایّاہ ذالک الدین القیمہ'' (یوسف : ٤٠)**

عبادت وپکار: **''فادعوہ مخلصًا لہ الدین''... (المومن: ٦٥) ''اَلا لہ الدین الخالص''... (الزمر : ٣)**

جزاوسزا: **"مالک یوم الدین"**

جب تمام کائنات اللہ کی خالقیت اور ربوبیت کے نظام کے تحت اُس کی رحمت کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے، مزید برآں انبیاء کا ارسال اور کتب کا انزال بھی فرمایا ہے تو شکر گزار اور ناشکرے کا امتیاز اور اُن کے اعمال پر جزا سزا ہونا ضروری ہے۔ یہ دنیا میں تو نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ دارالعمل ہے، دنیا کے آخر میں ایک دن کا ہونا ضروری ہے اُس میں تمام اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہیں اور کوئی مختار و متصرف نہیں ہوگا تاکہ انصاف ہو۔

**یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئًا والامر یومئذٍ لِّلّٰہ... (الانفطار)**



# درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم

## بعثتِ نبوی

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو نبوت سے سرفراز ہوئے۔اس سے پہلے غار حراء کی خلوت میں جا کر عبادت کرتے تھے۔ نبوت سے چھ ماہ قبل سچے خواب آنے شروع ہوئے۔ایک دن غار حراء سے باہر تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا **اقرء** ”پڑھو“۔۔۔تو آپ ﷺ نے ناخواندگی کا عذر پیش فرمایا، تو انھوں نے دو دفعہ سینے سے لگا کر دبایا، تیسری دفعہ خود پڑھ کر سنایا **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ**، سورۃ العلق کی پانچ آیتیں سنائیں تو آپ ﷺ پڑھنے لگے۔یہ آٹھ ربیع الاول بروز پیر کا واقعہ ہے پھر تین سال فترتِ وحی کے ہیں۔

فریضۂ نبوت سنبھالنے کے بعد تبلیغ شروع فرمائی۔ کفار کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ شعب ابی طالب میں تین سالہ مقاطعہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ تیرہ سال مکہ و طائف میں تبلیغ توحید اور دعوتِ الی الاسلام کا کام نامساعد حالات میں احسن طریقہ سے جاری رکھا۔اعمال میں سب سے پہلا حکم وضو و نماز کا سورۃ مدثر میں نازل ہوا۔

## معراجِ نبوی

ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے آپ ﷺ کو معراج کا شرف بخشا گیا جس میں آپ ﷺ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر تک سیر کی، مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھا کر امام الانبیاء کا مرتبہ حاصل کیا، سات آسمانوں پر آٹھ انبیاء سے ملاقات ہوئی۔ جو حضرت آدم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ھارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ابراھیم علیہ السلام ہیں۔ جن کا مجموعہ اعیا ھماہے۔

جنت اور دوزخ کا مشاہدہ بھی کیا۔ زمینی سفر میں بہت عجائبِ قدرت اور گناہ گاروں کی سزائوں کا مشاہدہ بھی کیا۔ زمین کے سفر میں براق سواری تھی، جبرائیل ومیکائیل ہمراہ تھے۔ آسمانی سفر معراج کے ذریعہ اور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر رفرف کے ذریعہ سفر ہوا، یہیں جبرئیل علیہ السلام بھی رفاقت سے جواب دے گئے۔

امت کے لئے تین تحفے لائے۔ (۱) پانچ نمازیں، (۲) سورۃ البقرہ کی آخری آیت یعنی دعاء کی قبولیت کا وعدہ اور (۳) غیر مشرک کی بخشش۔ (مشکواۃ ۵۲۱\۲)

**حدثنا خالد بن مخلد، حدثنا سليمان بن بلال، قال: حدثني ابو حازم، عن سهل رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: "إن في الجنة بابا، يقال له: الريان، يدخل منه الصائمون يوم القيامة، لا يدخل منه احد غيرهم، يقال: اين الصائمون؟ فيقومون، لا يدخل منه احد غيرهم، فإذا دخلوا اغلق، فلم يدخل منه احد."**

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ ابن دینار نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب: روزے کے مسائل کا بیان، باب: روزہ داروں کے لیے ریان (نامی ایک دروازہ جنت میں بنایا گیا ہے اس کی تفصیل کا بیان)

# حمد باری تعالیٰ

ایم راقم نقشبندی

حدِّ نگاہ دیکھ رہا ہوں کمال ہے
یعنی خداء پاک کا ہر سو جمال ہے

عرش و فلک یہ چاند یہ سورج غرض سبھی
شہکارِ ذوالجلال ہر اک بے مثال ہے

اس مالکِ رحیم و کریم و عظیم کا
ہر ایک وصف آپ ہی اپنی مثال ہے

یہ رونقیں بہاریں نظر آ رہی ہیں جو
اس ربِّ ذوالجلال کے "کن" کا کمال ہے

ہر لمحہ تذکرۂ خدا ہے زباں پر
مجھ پر اسی لیے تو یہ رحمت بحال ہے

مانگی پناہ میں نے ہے پروردگار کی
یوں مجھ کو زیر کرنا یقیناً محال ہے

وہ قادر و قدیر ہے بے بس نہیں ہے وہ
پھیلا ہوا جہاں میں اسی کا ہی جال ہے

وہ ہی اَحد، صمد ہے اسی کے ہیں سب خطاب
وہ لازوال ذات ہے تجھ پر زوال ہے

شجر و حجر یہ پھول یہ صحرا و کوہسار
اس کا کمال انجم و شمس و ہلال ہے

لکھتا ہوں روز ایسے ہی اشعارِ باکمال
یہ حاسدوں کے چہروں پہ کیوں کر ملال ہے

راقم خدا کی مدح و سرائی میں ہے مگن
یہ خاکسار و عجز پہ رب کا کمال ہے



# نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصطفیٰ مجتبیٰ آپ کی ذات ہے
میرے لب پر سبھی آپ کی نعت ہے
آپ مہرِ مبیں آپ شمس الضحیٰ
آپ نور القمر آپ بدر الدجیٰ
آپ کے فیض کی چھائی برسات ہے
آپ آئے تو روشن ہوئے دو جہاں
مل گئیں پھول کلیوں کو رعنائیاں
حاصلِ دو جہاں آپ کی ذات ہے
شاہِ سلطان ہے آپ کا مرتبہ
سید الانبیا آپ ہیں مصطفیٰ
آپ سے بن گئی میری ہر بات ہے
مدحتِ مصطفیٰ میری پہچان ہے
فیضِ آقا ہے سایۂ رحمان ہے
ورنہ راقم مری کیا یہ اوقات ہے

ایم راقم نقشبندی




اصحاب رسول اکرم ﷺ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، تذکرہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد قارئین ''مجلہ نوائے خادم'' کی خدمت میں اصحاب رسول ﷺ کے تابندہ ستاروں کا ذکر کیا جائے گا۔ان شاءاللہ یہ سلسلہ بھی قارئین کرام کے لیے مفید ثابت ہوگا۔آج جس صحابی رسول ﷺ کا ذکر کرینگے وہ صحابی حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ ہیں۔

## نام ونسب:

آپؓ کانام ''سعیدؓ''، والد کانام ''عامر''اور والدہ کانام ''اروی بنت معیط'' ہے۔آپؓ قریش کی شاخ ''جُمحی'' سے تعلق رکھتے تھے۔(الاصابتہ اردو، ج ۲ ص ۴۱۷)

## قبول اسلام:

حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ غزوہ خیبر سے قبل اسلام لائے، مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بعد کے تمام معرکوں میں شامل ہوئے۔(الاصابتہ اردو، ج ۲ ص ۴۱۷)

حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کا شمار اکابرین وفضیلت والے صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔(الاصابتہ اردو، ج ۲ ص ۴۱۷)

## حضرت عمرؓ کو نصیحت:

حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کو حضرات اکابرین صحابہؓ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسی شخصیات آپؓ کی نصیحتوں کو بغور سنا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی ایام میں حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا:

''امیر المؤمنین حضرت عمرؓ! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ رعایا کے بارے میں ہمیشہ رب ذوالجلال سے ڈرتے رہئیے گا، خدا کے معاملہ میں لوگوں کا خوف دل میں نہ رکھیے گا، اے امیر المؤمنین آپ کے اندر قول و فعل کا تضاد نہ پایا جائے، بہترین قول وہی ہے جس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہو۔ اے عمرؓ! دور و نزدیک کے تمام مسلمانوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھیے گا جن کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے، ان کے لیے وہی چیز پسند کریں جو آپ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے پسند کرتے ہیں۔ حق کی راہ میں بڑے سے بڑے خطرہ کی پرواہ مت کیجئے گا اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کو خاطر میں مت لائیے گا۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے نصیحت سن کر فرمایا: ''اے سعیدؓ! یہ سب کس کے بس کی بات ہے۔؟''

حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ نے فرمایا: اے عمرؓ! یہ آپ جیسے شخص کے بس کی بات ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کا ذمہ دار بنایا ہے، جس کے اور خدا کے درمیان کوئی حائل نہیں۔ (صحابہؓ کی زندگیاں ص ۱۸)

## حمص کے گورنر:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ سے فرمایا: ''اے سعیدؓ! ہم آپ کو علاقہ حمص کا گورنر مقرر کرتے ہیں۔''

انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: ''اے عمرؓ! اللہ کا واسطہ، مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیے۔''

حضرت عمرؓ نے اس پر خفاء ہو کر فرمایا: ''آپ نے خلافت کا بار تنہا میری گردن پر ڈال دیا اور خود اس سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کو صوبہ حمص کا گورنر مقرر کر کے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہارے لیے ہم کچھ معاوضہ مقرر نہ کر دیں؟''

اس پر حضرت سعیدؓ نے فرمایا: امیر المومنین! میں معاوضہ لے کر کیا کروں گا۔ بیت المال سے جو کچھ ملتا ہے وہ بھی میری ضرورت سے زیادہ ہے۔ اور حمص کی طرف چل دیئے۔ (صحابہؓ کی زندگیاں ص ۲۰)

## غریب گورنر:

ایک اعلیٰ سطحی وفد حمص سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات کے لیے مدینہ منورہ پہنچا۔ دوران ملاقات حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ: ''مجھے ان افراد کے نام لکھ کر دو جو تم میں مفلس و نادار ہیں تاکہ میں ان کی ضروریات کا بندوبست کیا جا سکے۔''

وفد نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا حکم پا کر چند نام امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے جب فہرست دیکھی تو اس فہرست میں حضرت سعید بن عامرؓ کا نام بھی درج ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حیرت سے دریافت فرمایا: ''کون سعید بن عامرؓ؟''

وفد والوں نے عرض کیا: ''اے امیر المؤمنین! ہمارے گورنر سعید بن عامرؓ''

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ فرمایا: ''آپ کا گورنر مفلس ہے؟''

وفد والوں نے کہا: ''جی ہاں، خدا کی قسم! کئی کئی دن ان کے چولہے میں آگ نہیں جلتی۔''

یہ سننا تھا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بے اختیار رو پڑے اور اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ مجلس سے اٹھے اور ہزار دینار لیے اور ان کو ایک تھیلی میں بھر کر فرمایا:

''حضرت سعیدؓ سے میرا اسلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ امیر المومنین نے یہ تھیلی تمہارے لیے بھیجی ہے تاکہ اس سے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔''

یہ وفد جب گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وفد نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا پیغام پہنچایا اور تھیلی گورنر کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ نے دیکھا کہ اس میں تو دینار ہیں تھیلی کو اپنے سے دور ہٹا کر بس اتنا فرمایا: **انّا لله وانّا الیه راجعون** جیسے کوئی آفت نازل ہو گئی ہو یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی بیوی گھبرائی ہوئی اٹھی اور کہنے لگی:

''میرے سر کے تاج! کیا سانحہ رونما ہو گیا! کیا امیر المومنین وفات پا گئے؟''

حضرت سعیدؓ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ، یہ بات کہیں زیادہ اہم ہے۔''

انہوں نے پوچھا: ''کیا کسی معرکہ جہاد میں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچا؟''

حضرت سعیدؓ نے فرمایا: ''اس سے بھی بڑی بات ہے۔''

انہوں نے عرض کی: ''بھلا اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے؟''

حضرت سعیدؓ فرمایا: ''میرے ہاں دنیا داخل ہو گئی ہے، جو میری آخرت تباہ کر دے گی۔''

انہوں نے عرض کی: ''کیوں نہ آپ اس فتنہ سے خلاصی حاصل کر لیں۔ اس وقت اہلیہ کو دیناروں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔''

حضرت سعیدؓ نے فرمایا: "کیا اس سلسلہ میں میری مدد کرو گی؟" عرض کی: "جی ہاں، کیوں نہیں۔"

اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے دینار متعدد تھیلیوں میں بند کیے اور غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔ (صحابہؓ کی زندگیاں ص ۲۰)

## عوام کی شکایتیں، گورنر کی وضاحتیں:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ حالات معلوم کرنے ملک شام تشریف لے گئے اور اس دورے کے دوران حمص تشریف لے گئے۔ اہل حمص سے سلام دعا کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا: "اپنے نئے گورنر کو کیسا پاتے ہو۔؟"

اہل حمص نے اپنے گورنر کے بارے میں چار شکایات درج کروائیں، جو ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ اور اہل حمص کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور رب تعالیٰ سے دعا فرمائی: "یا اللہ! حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کے بارے میں میرے گمان کو جھوٹا مت ہونے دیجئے گا۔"

اہل حمص نے پہلی شکایت درج کرائی: "جب تک دن خوب نہ چڑھ آئے ہمارے گورنر گھر سے باہر نہیں نکلتے۔"

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں اس بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب اس کو ظاہر کیے بنا چارہ نہیں۔"

عرض کی: "امیر المؤمنین! میرے گھر کوئی خادمہ نہیں، صبح جلدی اٹھتا ہوں، آٹا گوندھتا ہوں، روٹیاں پکا کر خود کھاتا ہوں اور اہل و عیال کو کھلاتا ہوں پھر وضو کر کے باہر آ جاتا ہوں۔"

اہل حمص نے اب دوسری شکایت درج کرائی: "گورنر رات میں کسی کی بات کا جواب نہیں دیتے۔"

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔؟

عرض کی: "خدا کی قسم! میں اس بات کو بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ دن کے اوقات لوگوں کے لیے مخصوص ہیں اور رات کے اوقات میرے رب کے لیے مخصوص ہیں۔"

اہل حمص نے اب تیسری شکایت درج کرائی: "امیر المؤمنین! ہمارے گورنر مہینہ میں ایک دن، دن بھر گھر سے باہر نہیں نکلتے۔"

گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ نے فرمایا: "امیر المؤمنین! میرے پاس اس کپڑے کے سوا کوئی کپڑا نہیں، نہ میرے پاس خادم ہے، مہینہ میں ایک بار ان کپڑوں کو دھوتا ہوں اور سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں، جب سوکھ جاتے ہیں تو دن کے آخری پہر گھر سے باہر آ جاتا ہوں۔"

اہل حمص نے اب چوتھی شکایت درج کرائی: "امیر المؤمنین! کبھی کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل مجلس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔"

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔؟

گورنر حمص حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ نے فرمایا: ''امیر المؤمنین! حضرت خبیب بن عدیؓ کو جس مجمع کے سامنے پھانسی دی جارہی تھی، ان کے جسم کو مثلہ کیا جارہا تھا، ان کے اعضاء کو کاٹا جارہا تھا، ساتھ جب انہیں کہا جاتا کہ اگر تمہارے جگہ نعوذ باللہ من ذالک نبی کریم ﷺ ہوتے تو تم نجات پا جاتے۔''

حضرت خبیب بن عدیؓ فرماتے خدا کی قسم مجھے تو اتنا بھی برداشت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی لگ جائے۔ جب ان کے آخری سانس تھے تو حضرت خبیبؓ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعا کی تھی: ''یا اللہ! انہیں منتشر کر کے ہلاک فرما اور ان میں سے کسی کو مت چھوڑیے گا۔''

اے امیر المؤمنین! جب یہ منظر یاد آتا ہے، جب یہ چیزیں یاد آتی ہیں کہ میں نے ان کی مدد کیوں نہ کی، خیال آتا ہے اللہ پاک میری اس کوتاہی کو معاف نہیں کرینگے تو غشی طاری ہو جاتی ہے۔''

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے یہ سن کر فرمایا: ''یا اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے میرے بھروسہ کو ٹھیس نہ پہنچنے دی۔''(صحابہؓ کی زندگیاں ص ۲۲)

الغرض حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ ایسے انسان تھے جو خود ضرورت مند و حاجت مند ہونے کے باوجود اپنوں پر دوسرے مسلماں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

## وفات:

اسد الغابہ میں حضرتحضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کی وفات کے متعلق چند اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

1) حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کی وفات قیساریہ ملک شام میں ۱۹ھ میں ہوئی اس وقت وہ وہاں کے گورنر تھے۔

2) ہیثم بن عدی نے ابو نعیم سے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کی وفات مقام رقہ میں ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

3) بعض کے نزدیک حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ حمص میں عیاض بن غنم والے حالات کے بعد ہوئی۔

4) بعض کے نزدیک حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی۔

5) بعض کے نزدیک حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ کی وفات ۲۱ھ میں ہوئی۔(اسد الغابہ اردو ج۴ ص ۹۳۰)

حضرت سعید بن عامر جُمحیؓ نے چالیس سال عمر پائی۔ دین اسلام کی سربلندی کا کام کرتے ہوئے رب کے حضور پیش ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ




اسلامی مہینوں کے لحاظ سے ربیع الثانی اسلامی سال کا چوتھا مہینہ ہے۔

## ربیع الثانی کی وجہ تسمیہ:

ماہ ربیع الثانی کو ربیع الثانی کہنے کی دو وجوہات ذکر کی جاتی ہیں۔

ا۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ''ربیع'' یہ ''ارتباع'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''موسمِ بہار میں قیام کرنا'' چونکہ عرب لوگ ربیع الاوّل اور ربیع الثانی ان دو مہینوں میں سفر کرنے کے بجائے موسمِ بہار گزارنے کی غرض سے گھروں میں قیام پذیر ہوتے تھے، اس لیے پہلے مہینے کا نام ''ربیع الاوّل'' اور دوسرے مہینے کا نام ''ربیع الثانی'' رکھا گیا اور ان دونوں مہینوں کو ''ربیعین'' (دو ربیع) بھی کہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 7/195، ط: مؤسسۃ قرطبۃ)

۲۔ ''ربیع'' عربی میں موسمِ بہار کو کہا جاتا ہے، اور ثانی کے معنی ہیں: دوسرا، تو ربیع الثانی کے معنی ہوئے: دوسرا موسمِ بہار۔

موسمِ بہار دو زمانوں پر مشتمل ہوتا ہے: ایک تو اس کا ابتدائی زمانہ، جس میں کلیاں اور پھول کھلتے ہیں، اور دوسرا وہ زمانہ جب پھل پک جاتے ہیں، پہلے زمانے کو ربیع الاوّل یعنی پہلا موسمِ بہار، جبکہ دوسرے زمانے کو ربیع الثانی یعنی دوسرا موسمِ بہار کہا جاتا ہے۔ جب ان مہینوں کے یہ نام رکھے جا رہے تھے، تو اس وقت بہار کے یہی موسم تھے، اور پھر بعد میں ان مہینوں کے یہی نام پڑ گئے۔ (لسان العرب: 9/98، ط: دار صادر)

## ربیع الثانی کے اعمال:

شریعت مطہرہ نے ہمیں اس ماہ مبارک کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں دیا اور نہ ہی قرآن وسنت میں اس ماہ مبارک کے بارے میں کوئی عمل متعین ہے۔

## بدعات ورسومات ماہ ربیع الثانی:

اس ماہ مبارک میں برصغیر کے لوگوں کے اندر ایک عمل سرائیت کر چکا ہے جس کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔اس عمل کو ''گیارھویں شریف''کا نام دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ قمری سال کے ہر قمری مہینے کی گیارہویں رات کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے کھانا بناتے ہیں، جو ''گیارہویں شریف'' کے نام سے مشہور ہے، گویا ہر مہینے کی گیارہ تاریخ کو چھوٹی گیارہویں اور ''ربیع الثانی'' کی گیارہ تاریخ کو بڑی گیارہویں شریف منائی جاتی ہے۔

## گیارہویں کی ابتداء کب ہوئی؟

گیارہویں شریف کی نسبت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کی طرف کی جاتی ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات 561ھ میں ہوئی۔ جس کا مطلب ہے کہ اسلام کی چھ صدیوں میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کے نام ایصالِ ثواب کی یہ رسم کہیں نہ تھی،اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین ،تابعینؒ،ائمہ کرامؒ،اور خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی ''گیارہویں''نہیں دیتے تھے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کی وفات کے بعد یہ رسم کب جاری ہوئی،اس کا ثبوت نہیں ملتا،دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاریؒ، گیارہویں صدی کے مجدد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، بارہویں صدی کے مشائخ نقشبندیہ میں سے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور خاتم المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ،ان اکابر علماء اور بزرگوں میں سے کسی بزرگ نے ''گیارہویں شریف'' کی رسم کا کوئی ذکر نہیں کیا۔لہٰذا واضح ہوا کہ تیرہویں صدی کے نصف اول تک اہل السنۃ والجماعۃ میں ''گیارھویں شریف'' کے نام سے کوئی دینی تقریب یا مذہبی رسم موجود نہ تھی۔(مطالعۂ بریلویت،ج:۶،ص:۳۱۳۔۳۱۵،ط:حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ ایک بڑے بزرگ ہیں، جن کی عظمت مسلم ہے،ان کی شان میں بے ادبی وگستاخی گمراہی کی علامت ہے۔ لیکن اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے بڑا ہے،اور انبیاء میں

سب سے افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر خلفاءِ راشدین اور ان کے بعد عشرۂ مبشرہ اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا درجہ بدرجہ رتبہ اور مقام ہے۔اولیائے کرام اور بزرگان دین میں سے جن کو صحابی ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے، وہ کسی صحابی سے افضل نہیں، بلکہ کسی صحابی کے برابر درجہ بھی نہیں رکھتے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم ! جو مٹی جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوئی ہے، وہ عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے سو بزرگوں سے بہتر ہے۔(الفتاوي الحديثية لابن حجر الهيتمي: ص:218،ط: دارالفكر)

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی مقدس ہستیوں کا "یومِ وفات" منانے کی شریعت نے کوئی تاکید نہیں کی تو شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ جیسے ایک ولی کا یومِ وفات منانے کا کیا مطلب ؟ ویسے بھی دن منانا ہر ایک کے لیے ممکن نہیں، کیوں کہ مراتب ودرجات کا لحاظ کر کے سب سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ہزاروں کی تعداد میں ہیں، اگر یوں دن منانے شروع کیے جائیں تو سال بھر میں کوئی دن خالی نہیں ملے گا۔

## شیخ عبدالقادر جیلانی کی تاریخ وفات میں اختلاف:

گیارہویں کی رسم کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ گیارہ ربیع الثانی کو شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ عبد القادر رحمہ اللہ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ شیخ عبدالقادر اربلی نے "تفریح الخاطر فی مناقب سید عبدالقادر" میں مختلف اقوال بیان کیے گئے ہیں: "علماء کا اختلاف ہے کہ آپ نے ربیع الثانی کی کس تاریخ میں وصال فرمایا، رسالہ بہجۃ الاسرار میں ۱۶ ربیع الثانی اور "کتاب نور احمدی" ملفوظ سید احمد رفاعی میں بعد جمعۃ المبارک ہفتہ کی رات "دس ربیع الاول اور "گیارہ" ربیع الاول بھی بتایا گیا۔ "تحفہ قادریہ" میں ہے کہ ربیع الثانی کی "۱۷" تاریخ کو وصال فرمایا اور سید نور محمود القادری نے "اوراد قادریہ" میں ربیع الثانی ۱۳ تاریخ" کو وصال مبارک لکھا ہے اور ۱۷، ۱۸ اور ۱۱ تاریخ بھی منقول ہے۔(تفریح الخاطر فی مناقب سید عبدالقادر، ص: ۱۵۴،ط: قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

## گیارہویں کا سرا ہندوانہ رسومات سے ملتا ہے:

مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ سابق اننت رام "تحفۃ الہند" میں لکھتے ہیں:

اگر مرنے والا برہمن ہے تو مرنے کے بعد گیارہویں دن، کھتری ہے تو تیرہویں دن، اگر ویش (بنیہ) ہے تو پندرہویں، سولہویں دن، اگر شودر ہے تیسواں یا اکتسویں دن کریا کرم ہوتا ہے، کریا کرم کے چھ ماہ بعد چھ ماہی ہوتی ہے اور سال بھر بعد برسی کے دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں۔

مرنے کے چار سال بعد سدھ کی رسم ہوتی ہے، عام طور ہر اسوج کے مہینے میں جس تاریخ کو کوئی مرا ہو، اس تاریخ پر مردہ کے لیے ثواب پہنچانا لازمی سمجھا جاتا ہے، کھانے کے ثواب کا نام ''سرادھ'' ہے۔ ''سرادھ'' کا کھانا تیار ہو جاتا ہے تو اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ ''بید'' پڑھواتے ہیں۔۔۔۔اسی طرح اور دن بھی مقرر ہیں، لیکن جب اپنے معبودوں کی روح کی واسطے کچھ کرتے ہیں تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں، بلکہ ان سے ڈر کر یا کچھ نفع کی امید رکھ کر یا بطور نذر منت کے ان کے بھینٹ دیتے ہیں اور اس مقصد کے لیے بھی دن مقرر ہیں۔۔۔۔اسی طرح مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی دیکھا دیکھی تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور برسی کے دن مقرر کر لیے ہیں اور کھانا تیار کروا کر اس پر ختم پڑھوانا شروع کر دیا، حالانکہ ان رسوم باطلہ کی دین اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، ان رسومات کو بدعات اور ہنود کی مشابہت کہا جاتا ہے۔(تحفۃ الہند، ص:۱۸۴، ط: مکی دار الکتب)

مشہور مؤرخ علامہ بیرونی لکھتے ہیں: وراث کے اوپر میت کے جن حقوق کو پہلے سال انجام دینا واجب ہے، وہ سولہ کھانے یا ضیافتیں ہیں، ان ضیافتوں میں کھانا کھلایا جاتا اور اسی میں کچھ صدقہ بھی دیا جاتا ہے، یہ ضیافتیں موت سے کے گیارہویں اور پندرہویں دن اور اس کے بعد ہر مہینے میں ایک مرتبہ دی جاتی ہیں۔(کتاب الہند للبیرونی، مترجمہ سید اصغر علی، ص:۵۱۶، ط: الفیصل ناشران، لاہور)

ہندوستان سے باہر عراق (جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے) اور مصر و شام، بلکہ ملائیشیا اور انڈونیشیا تک کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی قبرستان میں کوئی تقریب "گیارہویں شریف" کے نام سے منعقد کی گئی ہو۔(مطالعۂ بریلویت، ج:۶، ص:۳۱۳، ط: حافظی بک ڈپو دیوبند)

## گیارہویں شریف کی نیاز کھانے کا حکم:

اگر کوئی شخص شیخ عبدالقادر جیلانی یا کسی بھی ولی یا عام مسلمان کے ایصال ثواب کے لیے کھانا بنا کر تقسیم کرتا ہے، تو یہ بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ مردے کو کسی بھی نیک عمل کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے اور ایسی صورت میں یہ کھانا صرف غریبوں کو کھلانا چاہیے، اور اس کی کوئی خاص صورت قرآن و حدیث میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے، لیکن اگر نیاز غیر اللہ کے نام پر ہو، تو یہ **"ماأہل به لغیر اللہ"** کے حکم میں داخل ہے، اور موہم شرک ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: "غریبوں کو کھانا کھلانا، اور قراءتِ قرآن کے ذریعے مردوں کو ثواب پہنچانے کو کسی نے منع نہیں کیا، اس باب میں جو منع ہے تو (وہ) اس طرح مخصوص ہیئت سے ایصال (ثواب کرنے) کو منع کرتے ہیں، جس میں تشبہ بالکفار لازم آجاوے، یا تقییدِ مطلق کی آجاوے کہ یہ دونوں (امور تشبہ بالکفار اور مطلق کو مقید کرنا لازم آئے؛ کیوں کہ) تمام امت کے نزدیک (یہ دونوں باتیں) حرام و بدعت ہیں۔(البراہین القاطعہ:۱۷)

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں: "گیارہویں کی نیاز سے اگر مقصد ایصال ثواب ہے، تو اس کے لیے گیارہویں تاریخ کی تعین شرعی نہیں، نیز حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالی کی (کوئی) تخصیص نہیں۔ تمام اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالی علیہم اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اس کے مستحق ہیں، سال کے جن دنوں میں میسر ہو اور جو کچھ میسر ہو اور جو کچھ صدقہ کر دیا جائے، اور اس کا ثواب بزرگان دین اور اموات مسلمین کو بخش دیا جائے، فقراء اس کھانے کو کھا سکتے ہیں، امراء اور صاحب نصاب نہیں کھا سکتے، کیوں کہ یہ ایصال ثواب کے لیے بطور صدقہ ہے۔ (کفایت المفتی، ج:2، ص:303، ط: جامعہ فاروقیہ)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی صاحب بھی اسی کے قائل ہیں: جو عامی شخص اس تعیینِ عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصالِ ثواب ہو گا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل و وافر ہے، تو بلاشبہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطاکار اور صاحبِ باطل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید: ج:۹، ص: ۵۹۲، ط: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## گیارھویں شریف میں چراغاں کرنے کا حکم:

"گیارہ ربیع الاول کو چراغاں یا روشنی کرنا بالکل ناجائز اور بدعت ہے اور دیوالی کی پوری نقل ہے۔ مساجد میں بھی نمازیوں کی ضرورت سے زیادہ رسماً و رواجاً روشنی کرنا اسراف و حرام ہے۔ اگر متولی مسجد کے مال میں سے ایسا کرے گا تو اس کو اس کا تاوان دینا ہو گا"۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج:۲، ص:۷۷، ط: دار الاشاعت، کراچی)

## شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا قول:

شریعت سے ہٹ کر اپنی طرف سے کسی بدعت کا اختراع کرنے والے کے بارے میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اس کو حکم کیا گیا، اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا اس میں مشغول رہے، یہی اصل محرومی ہے۔ یہی اصل موت ہے اور یہی اصل محرومیت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج:۲، ص:۷۷، ط: دار الاشاعت، کراچی)

ان رسومات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اللہ پاک ہم سب کو حقیقی معنوں میں اسلام کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے بدعات و رسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



# مسائل رمضان

مفتی محمد شمس الرحمن عثمان

## نیت کے مسائل:

روزہ رکھنے کے لیے نیت شرط ہے۔ اگر روزہ رکھنے کی نیت نہ کی اور پورا دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ نہیں ہوگا۔

### 1) نیت کا مطلب:

نیت بس اس حد تک کافی ہے کہ دل میں اسے معلوم ہو کہ فلاں روزہ مثلاً رمضان کا یا نذر کا رکھ رہا ہوں بلکہ روزہ کا تذکرہ کیے بغیر صرف سحری کھالے تو یہ بھی نیت کے قائم مقام ہے۔(البحر الرائق: ۲/۲۵۹)

### 2) نصف النہار کا مطلب:

صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک کل وقت کے نصف کو نصف النہار شرعی کہا جاتا ہے، مثلاً صبح صادق چھ بجے ہو اور غروب چھ بجے ہو تو نصف النہار بارہ بجے ہوگا اور اگر صبح صادق چھ بجے ہو اور غروبِ آفتاب سات بجے ہو تو نصف النہار ساڑھے بارہ بجے ہوگا۔ اس سے پہلے پہلے نیت کی جاسکتی ہے۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک وقت کی مقدار ہر موسم میں اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے، اس لیے نصف النہار کا ایسا کوئی متعین وقت نہیں

بتایا جاسکتا جس وقت ہر جگہ نصف النہار ہو بلکہ ایک مقام میں بھی پورے رمضان کے لیے نصف النہار کا ایک وقت نہیں ہو گا، صبح صادق اور غروبِ آفتاب کا وقت بدلنے سے بدلتا رہے گا، اس لیے ضابطہ مذکورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔(ردالمختار: ۳۷۷/۲)

### 3) رات کو نیت کر کے سو گیا:

اگر رات کو روزہ کی نیت کر کے سو گیا، پھر صبح ہونے سے پہلے اٹھ کر کچھ کھا پی لیا تب بھی نیت میں کوئی خلل نہ آئے گا اور روزہ صحیح ہو جائے گا۔(خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۵۱/۱، ہندیۃ: ۱۵۵/۱)

### 4) رمضان کے ہر روزہ کی الگ نیت ضروری ہے:

ماہِ رمضان میں ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا ضروری ہے، اگر شروع رمضان میں ہی نیت کر لی کہ پورے مہینے کے روزے رکھوں گا تو یہ نیت صرف پہلے روزے کی حد تک معتبر ہے۔(في الدر: "ويحتاج صوم كل يوم من رمضان إلى نية۔) "۳۷۹/۲)

## کن وجوہات سے روزہ چھوڑنا جائز ہے؟

### 1) بیماری بڑھ جانے کا خوف:

اگر کوئی شخص ایسا بیمار ہے کہ روزہ سے نقصان ہوتا ہے اور ڈر ہے کہ روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھا ہو گا یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے۔ جب اچھا ہو جائے تو قضاء کر لے۔ لیکن صرف اپنے دل میں ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑنا درست نہیں جب تک مسلمان دین دار ڈاکٹر یا حکیم نہ کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان دے گا، تب چھوڑنا چاہیئے، بے دین یا کافر ڈاکٹر یا حکیم کا کوئی اعتبار نہیں۔

### 2) حاملہ اور دودھ پلانے والی کو رخصت:

حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچے کی جان کا کچھ ڈر ہو تو وہ روزہ نہ رکھے، پھر بعد میں قضاء کر لے، اگر اس کا شوہر مال دار ہے اور کوئی دایہ رکھ کر دودھ پلوا سکتا ہے تو اس صورت میں ماں کا روزہ چھوڑنا درست نہیں، البتہ اگر بچہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہ پیتا ہو تو ایسے وقت ماں کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

### 3) حالت سفر میں روزہ چھوڑنا:

1) اگر کوئی شخص حالت سفر میں ہو تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے، اور بعد میں قضاء کر لے۔

2) مسافر کو اگر سفر میں تکلیف نہ ہو جیسے ریل میں یا ہوائی جہاز میں سوار ہے اور اُس کے پاس راحت وآرام کا تمام سمان مہیا ہے تو اس صورت میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی چھوڑ دے تو جائز ہے، بعد میں قضاء کر لے۔

3) اگر بیماری سے اچھا نہیں ہوا، اسی میں فوت ہو گیا، یا ابھی گھر نہیں پہنچا، سفر میں ہی فوت ہو گیا، تو جتنے روزہ سفر یا بیماری کی وجہ سے چھوڑے آخرت میں اُن کے متعلق کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔

4) اگر دوران سفر کسی مقام پر پندرہ دن کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے کیوں کہ اب وہ مسافر نہیں رہا، اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

## کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

### 1) بھول کر کھاپی لینا

بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ فرض واجب روزہ ہو یا نفل، مگر کسی کو یاد دلا یا گیا کہ تو روزہ دار ہے، پھر بھی اسے یاد نہ آیا اور کھاتا پیتا رہا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس صورت میں قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ کسی کو کھاتے پیتے دیکھ کر روزہ یاد دلانا ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ روزہ دار اس قدر کمزور اور لاغر ہے کہ یاد دلانے پر کھانا تو چھوڑ دے گا مگر کمزوری بڑھ جائے گی اور روزہ پورا کرنا بھی دشوار ہو گا تو یاد نہ دلانا بہتر ہے اور اگر قوی ہو تو یاد دلانا واجب ہے۔

### 2) خوشبو اور دھواں

کسی قسم کی خوشبو خواہ وہ کتنی بھی تیز ہو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی طرح گرد و غبار مکھی یا کسی قسم کا دھواں بے اختیار حلق میں اُتر جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا گو کہ روزہ یاد ہو۔

ہاں! اگر اپنے قصد واختیار سے دھواں پہنچایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، مثلاً از خود جلتی سگریٹ، لوبان، اگر بتی، وغیرہ کے قریب آکر اُن کا دھواں لیتا رہا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

### 3) سرُمہ اور تیل وغیرہ

روزہ میں سُرمہ (یا آنکھ کی کوئی دوا) ڈالنا اور داڑھی مونچھوں پر تیل لگانا بلا کراہت جائز ہے، اگر چہ اُن کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں سُرمہ کا رنگ دکھائی دے، جبکہ یہ چیزیں ضرورت کے تحت استعمال کی جائیں اور مقصد زینت وزیبائش نہ ہو، ورنہ ان کا استعمال مکروہ ہے۔ اسی طرح پچھنے لگوانے میں میں بھی کراہت نہیں، بشرطیکہ کمزوری لاحق ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

### 4) مسواک

مسواک جیسے بغیر روزہ کے ہر وضو میں سنت ہے یونہی روزہ میں بھی سُنت ہے، خواہ صبح استعمال کی جائے یا شام کو اور خواہ تَر ہو یا خشک اور مسواک کرتے ہوئے اس کا کوئی ریشہ بے اختیار حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

### 5) کُلی وغیرہ

وضو کے بغیر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے کُلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، غسل کرنا، گیلا کپڑا بدن پر لپیٹنا بلا کراہت جائز ہے، جبکہ مقصد صرف ٹھنڈک حاصل کرنا ہو، بے صبری اور پریشانی ظاہر کرنے کے لیے یہ کام مکروہ ہیں۔

## مُفسداتِ روزہ:

1) روزہ یاد تھا مگر کُلی کرتے ہوئے یا ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے بے اختیار پانی حلق میں اُتر جائے تو روزہ توٹ جاتا ہے۔
2) نیند میں کسی نے منہ میں پانی ڈال دیا اور پی گیا تو روزہ توٹ جائے گا۔
3) کھانے پینے یا جماع پر مجبور کیا گیا یعنی روزہ نہ ٹوڑنے کی صورت میں جان سے مار دینے یا کسی عضو تلف کر دینے یا کسی بڑے صدمے سے دوچار کرنے کی دھمکی دی گئی تو اُس نے یہ کام کر لیے تو روزہ جاتا رہے گا۔
4) بھول کر کھا پی لیا، یا جماع کر لیا، یا احتلام ہو گیا، یا نظر شہوت دیکھ کر انزال ہو گیا، یا تھوڑی سے قے ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن اگر ان صورتوں میں اُس نے یہ گمان کر لیا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا قصداً کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں صرف ایک روزہ قضاء رکھنا فرض ہے، کفارہ لازم نہیں۔

## قے کی صرف دو صورتیں مفسد صوم ہیں:

قے کی بہت ساری صورتیں ہیں، ان میں سے صرف دو صورتوں میں روزہ ٹوٹتا ہے: یہ کہ قصداً منہ بھر کے قے کی، خواہ باہر پھینک دے یا منہ میں لوٹالے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بے اختیار منہ بھر کے قے آئی اور اُس نے قصداً منہ میں لوٹالی اگرچہ چنے کے بابر بھی لوٹائی ہو، ان دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء واجب ہو جاتی ہے، بشرطیکہ قے کرتے وقت روزہ یاد ہو اور قے میں بھی کھانا یا پانی یا صفراء یا خون آئے، بلغم نکلنے کی کسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ان دونوں صورتوں کے سواقے کی جتنی صورتیں ہیں کسی میں روزہ نہیں توٹتا، مثلاً قصداًقے کی اور منہ بھر کے نہ آئی یا بے اختیار آئی مگر منہ بھر سے کم تھی یا منہ بھر تھی مگر لوٹائی نہیں تھی، خواہ وہ باہر نکل آئی یا بے اختیار لوٹ گئی یا لوٹائی گئی پینے کی مقدار سے بھی کم یا قصداًمنہ بھر کے قے کی یا بلا قصد منہ بھر آئی اور لوٹالی لیکن روزہ دار ہونا یا، یاد نہ ہونا اِن تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔

اگر ایک مجلس میں قصداًبار بارقے کی جس کا مجموعہ منہ بھر کی مقدار کو پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور مجموعی مقدار سے کم ہو یا کئی مجالس میں اتنی قے کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

## روزہ کے حالت میں مسواک کرنا:

روزہ کی حالت میں مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔اور نبی علیہ السلام کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا گیا۔جیسا کہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے۔

**حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو روزہ کی حالت میں کئی مرتبہ مسواک کرتے دیکھا گیا۔(ترمزی شریف، کتاب الصوم، حدیث 703#، درجہ حسن، باب: روزہ میں مسواک کرنا۔)**

## روزہ کی حالت میں آنکھوں میں سُرمہ لگانا:

روزہ کی حالت میں آنکھوں میں سُرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔جیسا کہ ابوداؤد میں ہے:

**حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حالت روزہ میں سُرمہ لگایا کرتے تھے۔تو اس سے ثابت ہوا حالت روزہ میں سُرمہ لگانے سے روزہ فاسق نہیں ہوتا۔**

حضرت عبید اللہ بن ابو بکر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

**حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حالت روزہ میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔(ابوداؤد، حدیث نمبر 2378#، کتاب الصیام، باب: سُوتے وقت سرمہ لگانا۔)**

# امام بخاریؒ کے مختصر حالات

مولانا محمد عبید الرحمن صدیق صاحب



## امام بخاریؒ کا نام:

محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔

## کنیت:

ابو عبداللہ ہے۔

## نسب مبارک:

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ۔

امام بخاریؒ 13 شوال 194ھ بعد از نماز جمعہ پیدا ہوئے۔آپؒ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ ہی زیادہ چھوٹے تھے بلکہ آپؒ درمیانہ قد کے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ بچپن میں ہی نابینا ہو گئے تھے۔اس وجہ سے آپ رحمہ اللہ کی والدہ ہر وقت غمگین رہا کرتی تھیں،اوران کی بینائی کے لیے اللہ تعالٰی کی دربار میں گریہ وزاری کیا کرتی تھیں۔ایک رات آپ رحمہ اللہ کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایااللہ تعالٰی نے آپ کی گریہ وزاری کو قبول فرمالیااورآپ کے بیٹے کی بینائی لوٹادی ہے۔جب آپ رحمہ اللہ کی والدہ صبح اٹھیں تو دیکھا آپ رحمہ اللہ کی بینائی واپس آچکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو بچپن سے ہی احادیث مبارکہ یاد کرنے کا شوق تھا۔جب آپ رحمہ اللہ دس سال کی عمر میں مکتب جایا کرتے تھے جو حدیث سنتے اسے فوراًیاد کرلیا کرتے تھے۔مکتب سے فارغ ہوئے،تو معلوم ہوا بخارا میں ایک استاد علم حدیث پڑھاتے ہیں۔توآپ رحمہ اللہ نے ان کی خدمت میں آمدورفت شروع کردی۔

ایک دن کا واقعہ ہے۔کہ استاد محترم اپنے نسخہ سے لوگوں کو حدیث مبارکہ کا درس دے رہے تھے۔جب استاد محترم نے یہ پڑھا:**عَن سُفیَانُ عَن اَبِی الزُّبَیرِ عَن اِبرَاہِیمَ**۔

توامام بخاری رحمہ اللہ نے فوراًاپنے استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ:''حضرت ابوالزبیر توابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔''

جب استاد محترم نے تسلیم نہ کیا۔توعرض کی:حضرت اصل نسخہ میں دیکھ لیں۔

چنانچہ استاد محترم نے اصل نسخہ منگوایااس پر نظرڈالی۔پھر فرمایا:بخاری رحمہ اللہ کوبلاؤ۔

جب امام بخاری رحمہ اللہ استاد محترم کی خدمت میں پہنچے تواستاد محترم نے فرمایا:میں نے جو اس وقت پڑھا تھا بیشک وہ غلط تھا اب آپ بتائیں صحیح عبارت کیا ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے عرض کی حضرت اصل عبارت یوں ہے:**سُفیَانُ عَنِ الزُّبَیرِ بنِ عَدَیٍّ عِن اِبرَاہِیمَ** ہے۔

استاد محترم حیران ہوگئے اور کہا واقعی ایسا ہی ہے۔اس وقت آپ رحمہ اللہ کی عمر گیارہ سال تھی۔جب امام بخاری رحمہ اللہ نے سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابیں یاد کرلیں پھر اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد آپ رحمہ اللہ کی والدہ اور بھائی اپنے وطن واپس چلے گئے اور آپ رحمہ اللہ طلب حدیث کے لیے حجاز مقدس میں ہی ٹھہر گئے۔

جب امام بخاری رحمہ اللہ 18 سال کے ہوئے توآپ رحمہ اللہ نے تصنیف کا سلسلہ شروع کیا فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے حالات اوران کے اقوال کا ذخیرہ جمع کرنے لگے یہاں تک کہ اس ذخیرہ کوایک مجموعی شکل دے کر مرتب کردیا۔اس کے بعد نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی روضہ مبارک پر کتاب التاریخ کی تصنیف شروع کی۔آپ رحمہ اللہ رات کو چاند کی روشنی میں لکھا کرتے تھے۔امام بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس تاریخ میں ایسا کوئی نام نہیں جس کے بارے میں مجھے ایک طویل واقعہ یاد نہ ہو۔اگر کتاب کے طویل ہونے اور شاگردوں کے اُکتا جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان تمام واقعات کو اس تاریخ میں لکھ دیتا۔

حاشد بن اسماعیل رحمہ اللہ (جو امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانے کے محدث ہیں) فرماتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ طلب حدیث کے لیے میرے ہمراہ شیوخ کی خدمت میں آتے جاتے تھے لیکن آپ کے پاس لکھنے کا سامان نہیں ہوتا تھا اور نہ کی استاد کی مجلس میں کچھ لکھا کرتے تھے۔ایک دن میں نے کہا جب تم حدیث سُن کر لکھتے نہیں ہو، تو تمہارے آنے جانے کا کیا فائدہ؟ تو امام رحمہ اللہ نے جواب دیا۔آؤ ہم مقابلہ کرتے ہیں۔تم وہ پندرہ ہزار احادیث لے آؤ جو تم نے قلمبند کی ہیں اور میں تمہیں زبانی سناتا ہوں۔حاشد بن اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سب کے سامنے از بر صحت کے ساتھ تمام احادیث اس طرح سنادیں کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی احادیث کو درست کرتا رہا۔حضرت حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں میں اس دن ہی سمجھ گیا یہ بہت ہی ہونہار ہیں آگے چل کر کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔

ایک دن امام بخاری رحمہ اللہ حضرت اسحٰق بن راہویہؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔لوگوں نے کہا کیا ہی اچھا ہو کہ اللہ تعالٰی کسی ایسے شخص کو توفیق دے کہ وہ ایک ایسا نسخہ تیار کرے۔جس میں صرف صحیح احادیث ہوں۔جو صحت میں اعلٰی مرتبہ رکھتی ہوں۔تاکہ عمل کرنے والے بلاخوف و تردُّد اس پر عمل کریں۔امام بخاری رحمہ اللہ کی دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور اسی وقت صحیح بخاری کی تصنیف کا ارادہ کیا۔چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو چھ لاکھ کا ذخیرہ ان کے پاس موجود تھا۔ان میں سے صحیح ترین احادیث کا انتخاب کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ جب کوئی حدیث لکھنے کا ارادہ کرتے تو سب سے پہلے غسل کرتے دو رکعت نفل پڑھتے اس کے بعد اس حدیث کو لکھتے۔ چنانچہ سولہ سال کے عرصہ میں آپ رحمہ اللہ نے اس انتخاب سے فراغت پائی۔اس کے بعد ان تمام احادیث کو مضامین کے تحت ترتیب دیا۔اور یہ کام آپ رحمہ اللہ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قبر مبارک کے درمیان انجام دیا اور ساتھ میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔امام بخاری رحمہ اللہ کی حسن نیت کا ہی نتیجہ تھا کہ صحیح بخاری اتنی مقبول ہوئی کہ آپ رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی نوے(90)ہزار لوگوں نے آپ سے بلاواسطہ سنا۔

آخری عمر میں امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کے ظلم ستم کے باعث نیشاپور تشریف لے گئے۔جب وہاں کے امیر سے بات نہ بنی تو آپ رحمہ اللہ خرتنگ تشریف لائے جو سمرقند سے نو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔آپ رحمہ اللہ نے 256ھ کو عیدالفطر کی رات بعد از نماز عشاء وفات پائی۔ عید کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔آمین



# سنہرے موتی

مولانا احمد قاسمی صاحب

مشہور تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ وہ شخصیت ہے جو کافی سارے صحابہ کرام کے شاگرد رہ چکے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کے انسان سے رُخ پھیر لینے اور غضب نازل فرمانے کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے لایعنی فضول کاموں میں مشغول کر دے۔ جب یہ بات ہو تو سمجھ جائیں کہ ایسا شخص اللہ تعالی کی غضب میں مبتلا ہے۔ (غذاء الألباب: 1/71)

اچھے اخلاق اپنائیں۔ امام یوسف بن اسباط رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس عادات وخصائل ایسے ہیں جو اچھے اخلاق کی علامت ہیں:

1) کسی مسلمان سے قلبی یعنی دلی اختلاف نہ رکھنا، یعنی اپنے دل کو کینہ بغض، حسد سے پاک صاف رکھنا۔
2) ہر معاملہ میں انصاف سے کام لینا۔
3) کسی کی خطاؤں اور لغزشوں کے درپے نہ ہونا یعنی اسکی پردہ پوشی کرنا لوگوں کے سامنے ذلیل نہ کرنا۔
4) دوسروں کی کوتاہیوں کی اچھی توجیہ کرنا یعنی کسی سے خطا ہو جانے پر اسکے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ ممکن ہے اس کا یہ مطلب نہ ہو، ممکن ہے اس نے قصداً ایسا نہ کیا ہو وغیرہ وغیرہ۔
5) لوگوں کیلئے عذر تلاش کرنا، یعنی کسی سے گناہ خطا ہو جانے پر باقی لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنا کہ خیر ہے انسان سے غلطی ہو جاتی ہے، بہت ممکن ہے کہ دل نہ چاہتے ہوئے خطا سے اس نے ایسا کیا ہو۔ لہذا در گزر کرنا چاہیے کیونکہ در گزر کرنا اچھی بات ہے۔

6) پریشانی، مصیبت اور تکلیف کو برداشت کرنا، برداشت سے کام لینا۔

7) اپنے نفس کو بار بار ملامت کرنا اور اپنا احتساب کرنا دوسروں کے عیوب کا احتساب نہ کرنا۔

8) دوسروں کے بجائے اپنے عیوب پہ غور کرنا یعنی دوسرے لوگوں کی عیب جوئی کے بجائے اپنے عیوب کی اصلاح کرنا۔

9) ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

10) نرمی سے گفتگو کرنا نرم لہجہ استعمال کرنا، خواہ مخاطب رُتبے میں کم تَر ہو یا بَر تر۔(احیاء علوم الدین: 3/71)

بزرگانِ دین میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوشگوار زندگی کیلئے ضروری نہیں کہ مال و دولت کی فروانی ہو، کیونکہ بہت سے امیر لوگ انتہائی پریشان رہتے ہیں۔ یا خوشگوار زندگی کیلئے ضروری نہیں کہ اولاد زیادہ ہو کیونکہ بہت سے اولاد رکھنے والے لوگ اپنی اولاد سے ہی تنگ رہتے ہیں سخت پریشان رہتے ہیں۔ یا خوشگوار زندگی کیلئے ضروری نہیں کہ شاندار گھر ہو کیونکہ بہت سے بنگلہ کوٹھی اور محل رکھنے والے لوگ سخت پریشانی کی حالت میں ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ بلکہ خوشگوار زندگی تو اُس کی ہے، جسے صبر و برداشت اور شُکر جیسی نعمت ملے کیونکہ انہیں دو نعمتوں کی وجہ سے اسے خوش رہنا آتا ہے، اگرچہ وہ فقیر ترین شخص ہو۔(شرح الکافیۃ الشافیۃ 4/464)

گلے شکوے زندگی سے سکون کو ختم کر دیتے ہیں جو گزر گیا اسے بھول جائیں۔ جس نے دکھ دیا اسے معاف کر دیں۔ جس کو معاف نہیں کر پا رہے اس کا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیں۔ یوں آپ پُرسکون ہو جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ اور اُسکا رسول تم سے محبّت کریں تو تین عادات کی حِفاظت کرو، سچی بات کہنا، امانت ادا کرنا اور بہترین پڑوسی بننا۔"(السلسلۃ صحیحہ –78)

جو علم میں لوگوں پر سبقت لے جائے؛ وہ اِس کا مستحق ہے، کہ وہ عمل میں بھی اُن پر سبقت لے۔(حسن بصری رحمہ اللہ (جامع بیان العلم و فضلہ: 1/706)

دنیا کی پوری زندگی اوّل تا آخر اگر ایک ہی بندے کو ملی ہوتی؛ تو بھی موت جِس وقت اُس کے دروازے پر آتی، تو اُسے یوں لگتا؛ گویا وہ ایک سہانا خواب دیکھ رہا تھا، آنکھ کھلی تو ہاتھ کچھ نہیں۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مدارج السالکین: 3/248)



# رمضان واحترام رمضان





مفتی ناصرالدین مظاہری صاحب

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ مبارک کی تیاری رجب سے ہی شروع فرمادیتے تھے۔رجب وشعبان میں برکت کی دعائیں بھی کرتے تھے۔**اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان وبلغنا رمضان۔**

یوں تو پورا رمضان المبارک طاعات وعبادات کی بہاریں لے کر آتا ہے چنانچہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ہم تراویح شروع کردیتے ہیں، تراویح میں بیس رکعتوں میں امام صاحبان اپنی اپنی ترتیب کے مطابق قرآن کریم پڑھتے ہیں۔سہارنپور اس باب میں بڑا پررونق رہا ہے یہاں عام طور پر روزہ نمازوں کی کثرت دکھائی دیتی ہے، نمازیوں اور روزہ داروں کی تعداد میں خوش گوار اضافہ ہوجاتا ہے۔ذمہ داران مساجد پہلے سے ہی حفاظ طے کرلیتے ہیں، بہت سے لوگ اپنی دکانوں، مکانوں، شوروم، فیکٹریوں، کارخانوں اور کمپلیکس میں تراویح کا نظام بناتے ہیں۔

الحمدللہ مسجدوں کے اس شہر میں پورے مہینہ رونق رہتی ہے، شہر میں پینٹ شرٹ والے لوگ بھی سروں پر ٹوپیاں رکھتے ہیں،ان کی گفتگو میں بھی روزہ، رمضان، تراویح، سحری، تلاوت،اعتکاف، عیدوغیرہ کا ذکر رہتا ہے اور یہ سب بڑی خوش آئند باتیں ہیں۔

بہت سے لوگ دوسرے شہروں، مسجدوں، خانقاہوں کا رخ بھی کرتے ہیں اور خلق خدا فیض یاب ہوتی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے دور میں ادھر اخیر سال میں طلبہ اپنے گھروں کو روانہ ہوتے تھے ادھر حضرت کے مریدان ومسترشدان مظاہرعلوم کا رخ کرتے تھے، عید کے موقع پر یہ مریدان اپنے گھروں کو روانہ ہوتے تھے تو ادھر طلبہ چھٹیاں گزار کر اپنے گھروں سے مدرسہ آنے لگتے تھے گویا پورے سال ایک خوبصورت ماحول رہتا تھا، جب تک طلبہ رہتے قال اللہ و قال الرسول کی مسحور کن آوازیں چہار دیواری میں بلند ہوتی رہتیں اور پھر ذاکرین وشاغلین کے الااللہ کی ضربوں سے یہاں کے در و بام روشن منور اور معطر ومعنبر ہوجاتے تھے۔

آہ! کیسا خوبصورت ماحول تھا، ہر طرف پر نور شکلیں تھیں، تلاوت کا موسم بہار تھا، عشق الٰہی کا جذبہ مشکبار تھا، تلاوت قرآن تھی، تسبیحات ذوالجلال تھیں، نغمات توحید تھے، چوبیس گھنٹے یہاں رحمان کی رحمانی اور قرآن کی نورانی یادیں تھیں، باتیں تھیں، حکایتیں تھیں، نصیحتیں تھیں، اوراد تھے، اشغال تھے، معمولات تھے، سحر میں بیدار کرنے کا اور افطار میں متوجہ کرنے کا نظام تھا، کفار کی بھی بڑی تعداد منتظر رمضان ہوا کرتی تھی، بہت سے لوگ روزہ بھی رکھتے تھے، کھلے میں بیڑی سگریٹ پینے سے احتیاط واحتراز کرتے تھے، ہر روزہ دار کی قدر و منزلت ہوتی تھی، نہ خود بیڑی وغیرہ پیتے تھے نہ دوسروں کو پینے دیتے تھے، کھانے پینے حتی کہ کریانے کی دکانیں بھی بند رہتی تھیں۔

لیکن افسوس! اب کافی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں، اب خود مسلمانوں میں ہی احترام رمضان نہیں رہا، چنانچہ ایک بس میں ایک صاحب سفر کر رہے تھے، رمضان کا مہینہ تھا، دن تھا اور وہ صاحب سر پر ٹوپی، جسم پر اسلامی لباس ہونے کے باوجود کچھ کھا رہے تھے، اسی بس میں موجود ایک صاحب کو اس شخص کی یہ حرکت اچھی نہیں لگی، غصہ میں اٹھا اس کے سر سے ٹوپی اتار لی اور پھر کہا کہ اب کھا جتنا چاہے کھا، ٹوپی کو کیوں بدنام کر رہا ہے۔

میں نے اپنے بچپن میں دیکھا کہ کچھ نوجوان کہیں سے ٹی وی لے آئے اب پورے گاؤں میں انھیں کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں ٹی وی دیکھ سکیں مجبورا، گنے کے ایک کھیت میں رات کے وقت ٹی وی لے جا کر رکھی اور وہیں اپنا شوق پورا کیا۔

میں ایک دفعہ سہارنپور سے بذریعہ ٹرین سفر کر رہا تھا، میرے دائیں بائیں آگے بہت سے غیر مسلم بھی موجود تھے، ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ مجھ سے چھپ کر پانی پی رہے ہیں، میں نے کہا کہ آپ بے تکلف پانی پی لیں آپ غیر مکلف ہیں پہلے تو مجھے تکلف اور مکلف کی وضاحت کرنی پڑی پھر پوری بات سمجھائی تو کہنے لگا اجی من ماننے پر تیار نہیں ہوتا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ روزہ دار کے سامنے کچھ کھانا پینا گناہ کا کام ہے۔

اب موبائل جیسی منحوس چیز ہم اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اس کا نقصان ٹی وی کے نقصان سے بڑھا ہوا ہے، یہ ہر وہ چیز مفت میں فراہم کرتا ہے جس کی انسان خواہش کرے، نتیجہ یہ ہوا کہ اب ماہ مبارک کی ناقدری ہونے لگی ہے، لوگ رمضان اور غیر رمضان کو ایک کئے ہوئے ہیں۔

حالانکہ انھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ رمضان میں جس طرح ہر نیکی اور نیک کام اجر میں بڑھ جاتا ہے بالکل اسی طرح اس ماہ میں گناہ کا ارتکاب کرنا عام دنوں کے گناہوں سے بڑھ جاتا ہے **فإن الحسنات تضاعف فيه ما لا تضاعف فيما سواه ، وكذلك السيئات**۔

# اہل بیت کون؟ (قسط اول)



ڈاکٹر محمد عثمان غنی

## اہل اور آل

ہم روزانہ پانچ وقت نماز میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ درود شریف میں ہم لفظ **آلِ محمد** پڑھتے ہیں جبکہ دوسری جانب آیتِ تطہیر کے اندر لفظ **اہل بیت** آیا ہے۔ دونوں الفاظ میں کیا فرق ہے۔ اس کی مختصر سی وضاحت پیش خدمت ہے۔

## آل کی وضاحت

**آل** کا لفظ اصل میں "**اھل**" تھا۔ لغت کے اندر **آل** اصل میں **اھل** ہی تھا اس سے بدل کر **آل** ہو گیا۔ لہذا کسی شخص کی **آل** سے مراد اس شخص کے اہل و عیال ہیں۔ اللہ کی **آل** سے مراد اللہ کے دوست اور رسول اللہ ﷺ کی آل سے مراد رسول ﷺ کے دوست ہوں گے۔ (لسان العرب ج11۔ ص30۔ بیروت)

اسی طرح **آل** سے مراد اس چیز کی اپنی شخصیت ہے۔

## دلیل:

**وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرة: 248)**

اس آیت میں آل موسیٰ و آل ہارون سے خود ان دونوں پیغمبروں کی اپنی شخصیت ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے۔

**آل النبی ﷺ میں ہاشم اور المطلب کی اولاد شامل ہیں۔(ج 1۔ص 195)**

قرآن مجید میں لفظ آل 25 مرتبہ آیا ہے۔

**اھل** کو اکیلے استعمال کیا جائے تو بیوی، مالک، متبعین، اور حق دار مراد ہوتے ہیں۔اور اگر **اھل** کو کسی اور اسم سے ملا کر مرکب بنایا جائے تو اس کا مطلب والا یا والے لیا جاتا ہے مثلاً اہلِ علم، اہلِ کتاب، اہل مکہ، اہل مدینہ، اہل کوفہ۔۔۔۔۔۔۔۔یعنی کوفہ والے، مکہ والے۔

## آل کی تقسیم:

آل مذہبی۔آل نسبی۔آل مجازی۔آل حقیقی۔اور ان چاروں اقسام کا اطلاق درج ذیل شخصیات پر ہوتا ہے۔

پیغمبر کی اپنی شخصیت۔ازواج مطہرات۔اولاد و ذریت طیبہ اہل ایمان قرابت دار کماحقہ شریعت کے پابند لوگ، امت مسلمہ اور فرزندانِ توحید۔

## لفظِ اہل کا ذکر قرآن میں

قرآن مجید میں **آل** کی طرح **اھل** کا لفظ بھی مختلف معانی میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔مالک، وارث، حق دار، مکین، پیروکار، قوم، امت اور بیوی سب ہی اس سے مراد لئے گئے ہیں۔

**اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهۡلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا** (سورۃ النساء:58)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں (مالکوں) کو پہنچادو۔

**وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ** ((البقرۃ: 126)

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے میرے رب بنا اس کو شہر امن کا اور رزق دے اس کے رہنے والوں کو میوے۔

**اِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِاَهۡلِهٖۤ اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا** ؕ (النمل:7)

اور جب موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھ کو آگ دکھائی دے ہے۔

**وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ** (آل عمران: 121)

اور جب صبح کو تو نکلا اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر۔

یہاں **اهل** سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ان کے گھر سے آپ ﷺ باہر نکلے تھے۔

## لفظِ "اہل" حدیث میں

بُنِيَ علَى النبيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ بزَيْنَبَ بنْتِ جَحْشٍ بخُبْزٍ ولَحْمٍ، فَأُرْسِلْتُ علَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ ويَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ ويَخْرُجُونَ، فَدَعَوْتُ حتَّى ما أجِدُ أحَدًا أدْعُو، فَقُلتُ: يا نَبِيَّ اللَّهِ ما أجِدُ أحَدًا أدْعُوهُ، قالَ: ارْفَعُوا طَعَامَكُمْ وبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُونَ في البَيْتِ، فَخَرَجَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فَانْطَلَقَ إلى حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقالَ: السَّلَامُ علَيْكُم أهْلَ البَيْتِ ورَحْمَةُ اللَّهِ، فَقالَتْ: وعَلَيْكَ السَّلَامُ ورَحْمَةُ اللَّهِ، كيفَ وجَدْتَ أهْلَكَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ، يقولُ لهنَّ كما يقولُ لِعَائِشَةَ، ويَقُلْنَ له كما قالَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ رَجَعَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ مِن رَهْطٍ في البَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ، وكانَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ شَدِيدَ الحَيَاءِ، فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَما أدْرِي آخْبَرْتُهُ أوْ أُخْبِرَ أنَّ القَوْمَ خَرَجُوا فَرَجَعَ، حتَّى إذَا وضَعَ رِجْلَهُ في أُسْكُفَّةِ البَابِ دَاخِلَةً، وأُخْرَى خَارِجَةً أرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وبيْنَهُ، وأُنْزِلَتْ آيَةُ الحِجَابِ.(الراوي : أنس بن مالك | المحدث : البخاري | المصدر : صحيح البخاري | الصفحة أو الرقم} : 4793 | خلاصة حكم المحدث :صحيح)

2۔ أَشِيرُوا عَلَيَّ في أُناسٍ أبنوا أهلي واللهِ ما عَلِمْتُ على أهلي من سوءٍ قَطُّ وأبنوا بمَن واللهِ ما عَلِمْتُ عليه من سوءٍ قَطُّ ولا دخل بَيْتِي قَطُّ إلا وأنا حاضِرٌ ولا غِبتُ في سَفَرٍ إلا غاب معي فقام سعدُ بنُ معاذٍ فقال ائْذَنْ لي يا رسولَ اللهِ أن أضربَ أعناقَهم وقام رجلٌ من الخَزْرَجِ وكانت أُمُّ حَسَّانَ ابنِ ثابتٍ .......... الخ

الراوي : عائشة أم المؤمنين | المحدث : الترمذي | المصدر : سنن الترمذي | الصفحة أو الرقم : 3180 | خلاصة حكم المحدث : حسن صحيح غريب من حديث هشام بن عروة | التخريج : أخرجه البخاري معلقاً (4757)، وأخرجه موصولاً مسلم (2770)، والترمذي (3180) واللفظ له، وأحمد (24317)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا۔

مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنہوں نے میرے گھر والوں پر تہمت لگائی۔



# جوانی کی حفاظت جنت کی ضمانت

عبدالرحمن سلیم متعلم تخصص فی علوم الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن

انسانی زندگی مختلف ادوار پر مشتمل ہے، کسی دور میں انسانی عقل وشعور معدوم کے درجہ میں ہوتے ہیں، انسان ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، یہ زمانہ عموماً زندگی کی شروعات میں ہوتا ہے، تو کسی دور میں انسان کا شعور بیدار ہونا شروع ہوتا ہے، اب وہ باتیں سمجھنے لگتا ہے، اشیا کے درمیان تمیز کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اسی دور کو محدثین "سن تمیز" سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کے بعد دھیرے دھیرے زندگی جوانی پر قدم رکھنے کے لیے پر تول رہی ہوتی ہے، امیدوں، امنگوں اور بھرپور جذبات کو لیے ہوئے یہ دور شروع ہوتا ہے، جس کا سدھار انسان کے تابناک مستقبل کی نوید ہوتا ہے، اور جس کا بگاڑ آنے والی زندگی کو کباڑ بنا دیتا ہے، جوانی کے بعد کا مرحلہ انسانی عقل کی پختگی کا دور ہوتا ہے، جو عمر کی چالیسویں منزل تک برقرار رہتا ہے، اس کے بعد عقل مکمل اور کامل ہو جاتی ہے، انسان میں رائے کی پختگی، سوچ میں مضبوطی عموماً اسی دور میں پیدا ہوتی ہے، زندگی کا آخری مرحلہ بڑھاپے کا ہوتا ہے، جس میں بعض لوگوں کی عقل زائل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

انسانی زندگی کے شعور وادراک کے یہ زمانے مختلف ضرورتوں کا تقاضہ کرتے ہیں، خصوصاً انسانی زندگی کا حسین دور، امیدوں، امنگوں اور ولولوں سے بھرپور دور: جوانی کا زمانہ ہے۔ اس دور میں جس طرح انسان کا دل گناہوں کی طرف کھنچتا ہے، اگر اس کو طاعتِ خداوندی کا خوگر بنایا جائے تو یہی جوان پھر اطاعتِ ربانی میں بے مثال کردار ادا کرتے ہیں، یہی وہ نازک دور ہوتا ہے کہ اگر اس میں مناسب وقت پر درست رہنمائی میسر نہ ہو تو بسا اوقات جوانی کی دھن میں انسان ایسی بھیانک غلطیوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، جس پر سوائے پشیمانی، حسرت وندامت کے انسان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

زندگی کے مختلف ادوار میں خصوصاً لڑکپن اور نوجوانی میں اس بات کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ صاف ستھرے ماحول میں رہا جائے، برے محفلوں برے ہمنشینوں سے دور رہا جائے، جہاں قیمتی سامان ہو وہاں چوروں کا ڈر لگا ہی رہتا ہے، جس کی وجہ سے مناسب حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے، حیاتِ انسانی ایک قیمتی شے ہے جس کی وجہ سے مناسب حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے، حیاتِ انسانی ایک قیمتی شے ہے جس کی عمارت کی اچھائی، برائی اس کی بنیاد پر ہے، اور اس کی بنیاد جوانی پر ہے۔ اگر اس دور میں پر خار راستوں سے دامن بچا کر انسان نکل جائے تو بقیہ زندگی صحت مندی اور عافیت کے ساتھ گزرتی ہے۔

فتنوں کے اس دور میں جب کہ چاروں طرف سے فتنوں کی یلغار اور بہتات ہے، کہیں لبرل ازم کا فتنہ ہے تو کہیں سیکولرازم کا فتنہ، کہیں فتنہ الحاد کا فتنہ منہ کھولے کھڑا ہے تو کہیں آزادی (آزادی مذہب، آزادی نفس) کا فتنہ ہے، عموماً دو قسم کے فتنوں کا مسلمانوں کو سامنا ہے، بعض قسم کے فتنہ مسلمانوں کے عقائد پر حملہ آور ہیں تو بعض فتنے مسلمانوں کو عملی لحاظ سے کھوکھلا کر رہے ہیں، کوئی اسلام کے معاشرتی نظام کے خلاف اپنی تنقیدی آرا کا پرچار کر رہا ہے تو کہیں مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں دینی طبقہ کی بے وقعتی پیدا کی جارہی ہے۔

خلوت (تنہائی) اور جلوت (رونمائی) انسان کی زندگی کا خاصہ ہیں، دن کے مختلف اوقات میں کبھی انسان خلوت میں ہوتا ہے کبھی جلوت میں، البتہ جلوت میں گناہ بنسبت خلوت کے مشکل ہوتا ہے، معاشرتی دباؤ آڑے آجاتا ہے، جس سے اکثر اوقات وہ گناہ کر ہی نہیں پاتا، لیکن خلوت میں اگر کوئی چیز گناہوں سے روکنے والی ہے تو وہ اللہ کا خوف ہے، اگر اس کا خلوت میں استحضار نہ ہو تو بڑے سے بڑا گناہ نظر میں معمولی معلوم ہوتا ہے، اور انسان بڑی ڈھٹائی سے اس کو کر گزرتا ہے۔ اسی کو حکیم اختر صاحب نے کہا ہے:

**جو کرتا ہے تو چھپ کر اہل جہاں سے کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے**

اپنی تنہائیوں کو پاک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان چیزوں سے باخبر رہا جائے جو تنہائیوں کو آلودہ اور خراب کرنے والی ہیں، ذیل میں ان چند چیزوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

## انٹرنیٹ کا غلط استعمال:

ترقی انسان کی فطری چاہت ہے۔ ہر روز آگے بڑھنے کی لگن اور جستجو ہی نے انسان کو آج اس ترقی یافتہ دور تک پہنچا دیا ہے، اس کا سلسلہ ابھی تھما نہیں بلکہ ابھی تک جاری ہے، اسی جذبہ کے تحت اس کائنات رنگ و بو میں ایجادات کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں سے بعض کو سراسر فائدہ مند سمجھا جاتا ہے، اور بعض فائدہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے پہلو میں انتہائی مضر اثرات لیے ہوئے ہیں، اگرچہ اس کی افادیت سے مکمل انکار نہیں لیکن ان کی افادیت کے مقابلے میں ان کی مضرت بعض اوقات بڑھ جاتی ہے۔

ان میں سے انٹرنیٹ ہے، انٹرنیٹ اپنی ذات کے اعتبار سے برا نہیں، لیکن اس میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی کا طوفانِ بدتمیزی جو شامل کیا گیا ہے، اُس نے انٹرنیٹ کو انتہائی گندہ اور پلید بنا دیا ہے، بے حیائی کو انٹرنیٹ میں سمونے کی مذموم کوششوں پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مختلف ویب سائٹس پر نامحرموں کے انتہائی نازیبا تصاویر خودبخود ایڈورٹائز (Advertise) کی صورت میں سامنے آجاتی ہیں، اور اس سے بڑھ کر طرہ یہ کہ بسا اوقات وہ متحرکات (Videos) کی صورت میں چلنا شروع ہو جاتی ہیں، جو حقیقت میں لوگوں کو ایک گندے جہاں کی طرف لے جانے کے لیے بطور چارہ استعمال کی جاتی ہیں، جن پر ایک کلِک (Click) ہی ایک نوجوان کی زندگی کا قیمتی اثاثہ سلب کرنے کے لیے کافی ہے، ایسے میں اس بات کی ضرورت ہے کہ جو لڑکپن یا نوجوانی کے انتہائی نازک دور سے گزر رہے ہیں ان کو حتی الامکان خلوت میں انٹرنیٹ استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے، کیوں کہ اس کا غلط استعمال خلوت کو آلودہ سے آلودہ تر کر کے چھوڑے گا۔

انٹرنیٹ استعمال کرنے کے لیے اگر درجہ ذیل تجاویز کو مد نظر رکھا جائے تو ان شاء اللہ اس کے مضر اثرات سے بچنے میں مدد ملے گی۔ تنہائیوں میں جس قدر ممکن ہو اس کے استعمال سے بچا جائے؛ تاکہ اس کے غلط اثرات سے محفوظ رہ سکے۔

جن ڈیوائسز (Devices) میں انٹرنیٹ استعمال کیا جائے، موبائل، لیپ ٹاپ وغیرہ اس میں ایڈ بلاکرز (Ad blockers) کو استعمال کیا جائے، تاکہ وہ ہر قسم کی ایڈورٹائز کو روک سکیں، اسی طرح فلٹرز کا بھی استعمال کیا جائے؛ تاکہ انٹرنیٹ کے مضر اثرات سے بچا جا سکے۔ ان دونوں کا فائدہ یہ ہے کہ جہاں ایک طرف بد نظری سے حفاظت ہوتی ہے تو دوسری طرف سوچ و فکر بھی محفوظ رہتی ہے۔

والدین اگر چھوٹے بچوں کو انٹرنیٹ استعمال کرنے کا موقع فراہم کریں تو وہ ایسے سافٹ ویئرز (Softwares) کا استعمال کریں جس سے بچوں کو محدود ویب سائٹس (Websites) تک رسائی ہو؛ مبادا ان کے ننھے منھے اذہان اس کے نقصانات کا شکار نہ ہو جائیں۔

عصری اداروں میں پڑھنے والے طلبا ہوں یا دینی مدارس میں علم حاصل کرنے والے ان کے سرپرست اگر اپنے بچوں کو انٹرنیٹ استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو ساتھ اس بات کا بھی لحاظ رکھیں کہ ایسی تطبیقات (Applications) کا استعمال کریں جس سے بچہ کے انٹرنیٹ استعمال کرنے کی نگرانی ہو؛ تاکہ بچہ بھی اس کے غلط استعمال کرنے سے باز رہے۔

صرف مثبت اور تعمیری کاموں کے لیے انٹرنیٹ استعمال کیا جائے، مناسب یہ ہے کہ کسی مثبت ہدف کو سامنے رکھ کر اس کی تکمیل یا اس کی معاونت کے طور پر اس کا استعمال کیا جائے۔

## غلط سوچ و فکر سے اجتناب:

انسانی ذہن کی تخلیق قدرت کی عجیب ترین تخلیقات میں سے ہے، یہ مختلف خیالات وافکار کی آماجگاہ ہے، اس میں اچھے خیالات بھی آتے ہیں، اور برے بھی، تعمیری افکار بھی آتے ہیں اور تخریبی سوچ بھی، مثبت خیالات کبھی اس کو اپنا نشیمن بناتے ہیں تو کبھی منفی خیالات اس پر ڈیرہ ڈالتے ہیں، انسانی ذہن کے ان خیالات پر ماحول کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے، اچھے ماحول میں اٹھنا بیٹھنا ہو تو اچھے خیالات جنم لیتے ہیں، اور برا ماحول گندے خیالات کی وجہ بنتا ہے۔ اسی لیے تو نیک ہمنشینی کی دعوت دی گئی ہے، اور برے ہمنشین سے روکا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**مثل الجليس الصالح والجليس السوء، كمثل صاحب المسك وكير الحداد، لا يعدمك من صاحب المسك، إما تشتريه، أو تجد ريحه، وكير الحداد يحرق بدنك أو ثوبك، أو تجد منه ريحا خبيثة**

**ترجمہ: نیک اور برے ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے مشک فروش اور لوہار کی بھٹی کی ہے۔ مشک بیچنے والے سے تمہیں کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پہنچے گا، یا تو تم اس سے مشک خرید لوگے، یا (کم از کم) اس کی خوشبو تو ضرور پالوگے، اور لوہار کی بھٹی تمہارے جسم یا تمھارے کپڑے جلائے گی، یا تمھیں اس کی بدبو تو ضرور پہونچے گی۔**

اچھے اور نیک ماحول سے جڑا جائے، اور اپنے ذہن کو کسی نہ کسی دینی یا مفید دنیاوی مشغلے میں مصروف رکھا جائے؛ تاکہ ذہن برے خیالات اور غلط سوچوں کی طرف بھٹک نہ سکے، انگریزی میں مشہور کہاوت ہے: "An Idle mind is Devil workshop" بے فکر اور فارغ ذہن کا آدمی شیطان کا بہترین شکار ہے۔



# بیمار کی عیادت ایک انسانی حق، ایک اخلاقی فریضہ

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

اسلام جس طرح ہمیں خوشیوں میں دوسروں کا ساتھ دے کران کی خوشیاں بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے، اسی طرح دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھنے، اس میں شریک ہونے اوراس کے ازالے کی کوشش کرنے کی تلقین کرتا ہے، ایک مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان بھائی کو بیماری وپریشانی میں مبتلا دیکھ کراس کے اندر رحم کے جذبات ابھریں اوراس کی مصیبت کا اسے بھی احساس ہو، یقیناً ایک مسلمان کا دوسروں کی تکلیف کا احساس کرکے دل جوئی اور دل داری کی خاطر اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر بیمار پرسی کرنے میں اس فرمانِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا عملی اظہار ہوتا ہے کہ جس میں تمام مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا گیا ہے۔

بیمار پرسی سے آپسی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے، ایک دوسرے کیلیے ہم دردی اور غم خواری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، مریض، اس کے اہل خانہ اور رشتہ داروں کے دل میں بیمار پرسی کرنے والے کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اتحاد ویگانگت کی ایک اچھی فضا قائم ہوتی ہے، گویا سماجی اور دینی دونوں ضرورتیں اس سے پوری ہوتی ہیں، اگر بیماری کے علم کے باوجود مریض کی عیادت نہ کی جائے اوراس کی طرف بالکل توجہ نہ دی جائے، تو آپس میں عداوت، کدورت، نفرت اور کم از کم بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

## بیمار پرسی مسلمان کا حق

مریض کی عیادت مسلمان کا حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی بیمار پرسی کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کے جواب پر یرحمک اللہ کہنا۔(رواہ البخاری عن ابی ھریرہ، کتاب الجنائز، اتباع الجنائز:1240)**

اسلام نے بیمار پرسی اور تیمارداری کو گناہوں کی بخشش اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بتایا ہے، کسی بھی بیمار کی بیمار پرسی کو اللہ تعالی کی عیادت کے مترادف بتلایا گیا، اللہ تعالی کی ذات اگرچہ ہر بیماری سے پاک ہے، اسے کوئی بیماری و تکلیف ہر گز ہر گز لاحق نہیں ہو سکتی۔ لیکن عیادت کی فضیلت اجاگر کرنے کے لیے اس طرح کی مثال بیان کی گئی، چناں چہ حدیثِ قدسی میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار تھا، تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا ؛حالاں کہ تو رب العالمین ہے، اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا ، تو تو مجھے اس کے پاس پالیتا الخ(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض:2569)**

## بیمار پرسی کے فضائل

مریض دوست ہو، یا دشمن، امیر ہو، یا غریب عیادت کو سنت، اخلاقی فریضہ اور مسلمان کا حق سمجھ کر کرنا چاہیے، آج عیادت کا دائرہ سمٹ کر رہ گیا ہے، معاشرے میں عیادت ایک رسم بن گئی ہے، لوگ اس وجہ سے عیادت کرتے ہیں کہ اگر میں نے عیادت نہیں کی، تو اس کے گھر والے کیا سمجھیں گے، کوئی مال دار، یا عہدہ دار، یا خاص رشتہ دار ہو، تو اس کی عیادت کی جاتی ہے۔ اگر کوئی غریب ہے، تو پڑوس میں ہونے کے باوجود ایک مرتبہ بھی مزاج پرسی اور اظہارِ ہمدردی نہیں کی جاتی، اس لیے کہ اس سے ہمارا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں اور نہ آئندہ اس کی کوئی توقع ہے۔ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کو جاتا ہے، تو واپس ہونے تک وہ جنت کے باغات میں ہوتا ہے۔ یعنی عیادت کرنے والا جب سے عیادت کے لیے نکلتا ہے، تو واپس ہونے تک اس طرح ثواب کو حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے، جس طرح جنتی جنت کے باغات میں پھل توڑنے میں لگا رہتا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز:1527)**

## بیمار پرسی اور ستر ہزار فرشتے

حضرت ابو فاختہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میرے ساتھ حسن کی عیادت کے لیے چلو، (ہم حضرت حسنؓ کے گھر گئے) وہاں حضرت ابو موسی اشعریؓ موجود تھے، حضرت علیؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ سے پوچھا، ابو موسی! آپ ملاقات کے لیے آئے ہو؟ یا عیادت کی غرض سے آئے ہو؟

حضرت ابو موسی اشعریؓ نے عرض کیا: حضرت حسنؓ کی عیادت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں، حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

**جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے، شام تک ستر ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، اگر شام کے وقت عیادت کرے، تو صبح تک ستر ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ تیار کیا جاتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض:929)**

## بیمار پرسی کے لیے چلنا مبارک ہو

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے، یا کسی دینی بھائی سے ملاقات کرے، تو آسمان سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ تم نے اچھا کیا، تمہارا (عیادت وملاقات کے لیے) چلنا مبارک ہے اور تم نے (عیادت کرکے) جنت میں اپنے لیے ٹھکانہ بنالیا۔ (رواہ الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان:2008)**

علامہ طیبی شارح مشکوۃ تحریر فرماتے ہیں: اس روایت میں عیادت کرنے والے کے لیے تین دعائیں دی گئیں ہیں، یہ جملے خبریہ نہیں، بلکہ دعائیہ ہیں، پھر حدیث کا ترجمہ یوں ہو گا: تیرا بھلا ہو (دنیا وآخرت میں)، تو آخرت کے راستے پر (برائیوں سے بچتے ہوئے) بھلائی کے ساتھ چلے اور تیرا ٹھکانہ جنت بنے، گویا اس روایت میں عیادت کرنے والے کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی، نیکیوں کی توفیق کی اور حصول جنت کی دعائیں دی گئیں ہیں۔ (مرقات:1575)

## بیمار پرسی کا شرعی حکم

اسلام میں بیمار پرسی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس بنا پر بعض فقہانے بیمار پرسی کو واجب قرار دیا ہے، امام بخاریؒ کا رجحان بھی یہی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: عیادت کا حکم اصلا استحباب ہے، بعض اوقات بعض لوگوں پر واجب ہوتا ہے۔ (فتح الباری، کتاب المرضی، باب وجوب عیادۃ المریض:5649)

عیادت کا واجب یا مستحب ہونا حالات پر موقوف ہے، اگر مریض کے متعدد تیمار دار موجود ہوں، تو مستحب ہے، کوئی دیکھ ریکھ کرنے والا نہ ہو، تو واجب ہے، علامہ بغوی نے یہی بات کہی ہے۔(قاموس الفقہ 4184)

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ مریض کے ساتھ ہم دردی اور غم خواری کرے، اس کے احوال پوچھے اور جہاں تک ہو سکے، اس کا تعاون کرے، اسی کو عربی زبان میں عیادت کہا جاتا ہے۔

عیادت کا ادنی درجہ یہ ہے کہ بیمار کی مزاج پرسی کی جائے، یا تیمار داروں سے اس کے احوال معلوم کر لیے جائیں۔ عیادت کا اعلی درجہ یہ ہے کہ مریض کے ساتھ مکمل غم خواری کی جائے، یعنی بیمار کے پاس پیسے کی کمی ہے اور اللہ نے وسعت دی ہے، تو پیسوں کے ذریعے اس کا تعاون کریں تا کہ صحیح علاج کیا جا سکے، اگر خدمت کی ضرورت ہو، تو خدمت کی جائے، صحیح ڈاکٹر کی رہنمائی کی جائے، اپنے علم کے اعتبار سے صحیح اور مفید مشورے دیئے جائیں۔

تیمار داروں (اور مریض کے رشتہ داروں) پر لازم ہے کہ وہ اپنی وسعت و مالی استطاعت کے موافق مریض کی خدمت، اس کا علاج اور اس کی ضروریات کی تکمیل کریں۔ شریعت ہمیں بتاتی ہے کہ مریض بوجھ نہیں بلکہ سببِ رحمت ہے، اس کی خدمت اور تیمار داری اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے۔(اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے :29)

## بیمار پرسی کا طریقہ اور آداب

(1) جب بیمار پرسی کے لیے جائے تو باوضو جائے۔

(2) اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عیادت کی جائے، جاہ و منصب، مال و منال کی رعایت، یا ترکِ عیادت پر ملامت سے بچنے کی غرض سے عیادت نہ کی جائے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**جو شخص وضو کرے، اچھا وضو کرے اور اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے (کسی دنیوی غرض سے نہ جائے؛ بلکہ محض رضائے الٰہی اور)، ثواب کی نیت سے جائے تو اللہ تعالی اس کو جہنم سے ساٹھ سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیتے ہیں۔(ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادۃ علی الوضوء: 3097)**

(3) مریض کے سامنے اس کو خوش کرنے والی باتیں کی جائیں، ایسی باتیں نہ کی جائیں جو اس کے دل کو تکلیف پہنچانے والی ہوں، یا اس کے فکر و اندیشے میں اضافہ کرنے والی ہوں۔ مریض کو تسلی دے اور کہے ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے، تو مندرجہ ذیل کلمات سے تسلی دیتے تھے۔

**لا باس طھورٌ اِن شاءاللہ۔(رواہ البخاری عنِ ابنِ عباس، کتاب المرضی، باب عیادۃ الاعراب: 5656)**

**کوئی تکلیف یا گھبراہٹ کی بات نہیں ہے، اس لیے کہ بیماری گناہوں کی صفائی و ستھرائی کا ذریعہ ہے۔ ان شاءاللہ (بہتر ہی ہوگا)**

(4) مریض کو صحت و تندرستی اور زندگی کی امید دلائے، مریض کو ناامید بنانے والی گفتگو سے احتراز کرے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے عمر کی درازی اور لمبی حیاتی کی بات کرو، عمری درازی کی بات سے اس کی عمر لمبی اور بیماری دور نہیں ہو جائے گی لیکن بیمار خوش اور مطمئن ہو جائے گا۔ (رواہ الترمذی، ابواب الطب: 2087)**

(5) مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

## بیمار پرسی دودھ دوہنے کے وقت کے بقدر

بعض مرتبہ مریض کو آرام یا بعض خاص ضروریات کی تکمیل کا تقاضا ہوتا ہے بیمار اور تیمار دار مہمان کے واپس ہونے کے انتظار میں رہتے ہیں، زبان سے کہہ نہیں سکتے جس کی وجہ سے ان لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس لیے مریض اور تیمار داروں سے چند تسلی کے کلمات کہہ کر فورا چلے آنا چاہئے البتہ اگر مریض خود خواہش مند ہو اور اہل خانہ کو بھی کوئی زحمت نہ ہو تو دیر تک بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(6) مریض کے پاس شور و شغب نہیں کرنا چاہئے، اس لیے کہ شور و شغب سے مریض کو بھی اذیت ہوتی ہے اور تیمار داروں کو بھی برا لگتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**العیادۃ فواق ناقۃ۔ (مشکوۃ، کتاب الجنائز، باب عیاۃ المریض: 1590)**

عیادت دودھ دوہنے کے وقت کے بقدر ہونی چاہئے، حضرت سعید المسیبؒ سے مرسلا مروی ہے: سب سے جلد واپسی والی عیادت سب سے افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

**عیادت میں سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس کم وقت ٹھہرا جائے اور شور شرابہ نہ کیا جائے۔**

مریض کو سکون اور خاموشی کا ماحول اچھا لگتا ہے، شور و غل سے تکلیف اور الجھن محسوس ہوتی ہے، اس لیے عیادت کرنے والوں اور تیمار داروں کو غیر ضروری بات چیت سے احتراز کرنا چاہئے۔ بیمار کے پاس کم ٹھہرنا سنت ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ مریض کو اس کے قریب رہنے سے خوشی حاصل ہوتی ہو، راحت ملتی ہو، یا کوئی ایسی شخصیت ہو جس سے حصولِ برکت کی امید ہو، تو ان لوگوں کے مریض کے پاس دیر تک رہنا جائز ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض: 1590)

(7) مریض کسی کھانے پینے کی چیز کی خواہش کرے اور وہ چیز اس کی صحت کے لیے نقصان دہ نہ ہو تو وہ چیز مریض کے لیے فراہم کرنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس بیمار سے فرمایا: کیا کھانا چاہتے ہو؟ بیمار شخص نے کہا: گیہوں کی روٹی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو وہ اس مریض کے پاس بھیج دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**جب کوئی مریض کسی چیز کی کھانے کی خواہش کرے تو اس کو وہ چیز کھلا دے۔(ابن ماجہ، کتاب الطب، باب المریض یشتھی الشیء:3440)**

(8)جب بیمار پرسی کے لیے جائے تو مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہئے اس لیے کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں:

**جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے دعا کی درخواست کرو اس لیے کہ مریض کی دعا (قبولیت میں) ملائکہ کے دعا کی طرح ہوتی ہے۔(ابن ماجہ، کتاب الطب، باب المریض یشتھی الشیء:3441)**

(9)عیادت کے لیے مناسب وقت میں جائے کیوں کہ بعض اوقات مریض اور تیماردار کے آرام اور ضروریات کا ہوتا ہے، اس لیے ان چیزوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔(فتح الباری، کتاب المرضی، باب وجوب عیادۃ المریض:5649)

## غیر مسلم کی بیمار پرسی

فخر کونین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں اور عورتوں یہاں تک کہ غیر مسلموں کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے، اس لیے کہ انسانیت کی بنیاد پر وہ بھی ہم دردی کے مستحق ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی عیادت کرنا تو اسلامی حق ہے مگر اس سے آگے بڑھ کر انسانیت کی بنیاد پر بلا تفریقِ مذہب وملت غیر مسلم برادرانِ وطن کی مزاج پرسی بھی اجر وثواب سے خالی نہیں اگر اس میں تبلیغ اسلام کی نیت کرلی جائے، تو پھر نور علی نور۔اس کے بہتر اور مفید نتائج سامنے آتے ہیں۔ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی لڑکے کی خبر گیری اور عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: اسلام قبول کرلو، (اس کا باپ بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا) وہ یہودی لڑکا اپنے باپ کو دیکھنے لگا، باپ نے کہا: بیٹا! ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لے۔بیٹے نے فوراً کلمہ پڑھا اور انتقال کر گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**الحمدللہ الذی انقذہ من النار**

**تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس بچے کو جہنم سے بچا لیا۔(رواہ البخاری عن انس، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی، فمات:1356)**

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی اصولوں کے مطابق بیماروں کی بیمار پرسی وتیمارداری کرنے کی توفیق دے، معاشرہ میں اسی سے اخوت وبھائی چارے کی فضاء قائم ہو گی (آمین)

# روزوں کی حکمتیں



عصمت اللہ نظامانی
تخصص فی علوم الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اگر دین اسلام کے احکامات پر غور کیا جائے اور ان میں پنہاں دروس واسباق اور حکمتوں پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کا ایک ایک رکن اور ہر حکم پورے معاشرے کی اصلاح اور انسانی انفرادی واجتماعی کامیاب زندگی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ مثلاً اسلام کا ایک بڑا فرض رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ اگر ان روزوں کا پیغام اور حکمتیں ہمارے سامنے ہو تو ایک طرف ہمارے انفرادی زندگی صحت منداور پرسکون ہو گی، تو دوسری طرف ایک تندرست اور جذبہ ایثار وقربانی پر استوار معاشرہ جنم لے گا۔

ایک ایسا معاشرہ جس کا ہر ایک فرد دوسرے کی تکلیف واذیت اپنی تکلیف محسوس کرے گا، جس کے افراد میں اخوت وبھائی چارگی عام ہو گی، وہاں کے لوگ خود غرض نہیں، بلکہ ہمدرد اور خیر خواہ ہوں گے۔ الغرض روزہ کا مقصد صرف کھانا پینا ترک کرنا نہیں، بلکہ اس میں بے شمار حکمتیں، اسباق اور پیغامات پوشیدہ ہیں، جنہیں ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

## دوسروں کی تکلیف محسوس کرنا:

بھوک کی تکلیف کسی ہوتی ہے، فاقے سے رات بسر کرنے کی اذیت کیا ہے، چھوٹے معصوم بچوں کو بھوک سے بلکتے دیکھنا، کھانا طلب کرتے ہوئے ان کے آنسوں اور آہیں سننے سے کس طرح سینے پر برچھی لگتی ہے، اپنی اولاد کو خالی پیٹ نڈھال دیکھنا کتنا اذیت ناک ہے، دوسروں کی حقارت سے دی گئی خیرات لینا کتنا تکلیف آمیز ہے؟ اس کا اندازہ وہ شخص کبھی بھی نہیں لگا سکتا جو ہر وقت شکم سیر رہے، اور جس کو بر وقت اور پیٹ بھر کر کھانا ملے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں روزے کا حکم دیا۔انہیں صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہنے کا حکم دیا،اور ایسا صرف ایک دو دنوں کے لیے نہیں، بلکہ پورا مہینہ اس طرح کرنے کا حکم دیا،تاکہ ہمیں دوسروں کی بھوک وپیاس کا احساس ہو،ان کی تکلیف سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو،کسی بھوکے پیاسے شخص کو دیکھ کر ہمیں اپنا بھوکا اور پیاسا ہونا یاد آجائے،تاکہ اس کی مدد اور تعاون کرنے میں آسانی ہو،اور شکم سیری کی وجہ سے خود غرض اور بے حس نہ بن جائیں۔

حضرات صحابہ کرام کی حیات پر نظر کرنے سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوگی کہ وہ روزے کی حالت میں بھی خوب صدقہ وخیرات اور غرباء ومساکین کی مالی مدد کرتے تھے،اور کسی سائل اور ضرورتمند کو خالی ہاتھ جانے نہیں دیتے تھے،اگرچہ اپنی افطاری کے لیے بھی کچھ نہ بچے،اور محض پانی پر روزہ افطار کرنا پڑے،چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں،گھر میں ایک روٹے کے علاوہ کھانے کی اور کوئی چیز نہیں تھی،ایک مسکین نے آکر سوال کیا تو وہ اکلوتی روٹی بھی سائل کو دے دی۔(الموطالِلامام مالک،کتاب الصدقۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ،رقم الحدیث:،8181الناشر:دارإحیاءالتراث العربي-بیروت)

حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ کو ایک لاکھ دراہم دیئے تو اسی دن تمام دراہم لوگوں میں بانٹ دیئے،ایک درہم بھی اپنے لیے نہیں رکھا،جبکہ وہ خود روزے سے تھیں۔(الطبقات الکبری البن سعد،)1/76(،الناشر:دار صادر،بیروت)

## عجز وانکساری کا احساس:

روزہ ہمیں تواضع وانکساری کی عملی تربیت دیتا ہے،اور خود پسندی اور تکبر سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔روزہ رکھنے سے ہی انسان کو تجربے اور مشاہدے سے اور عین الیقین کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے عطا کردہ رزق کا کتنا محتاج ہے،چنانچہ اس بات کا استحضار کرنے سے انسان سراپا عاجزی وانکساری ہو جاتا ہے،اور اگر روزہ افطار کرنے کی دعا پر غور کیا جائے تو اس سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملے گا۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی نام روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

**اللهم لك صمت وعلى رزقك أفطرت (سنن أبي داود، كتاب الصوم، باب القول عند الإلفطار، )2/261(، رقم الحديث: ،2671 الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت)**

**ترجمہ:اے اللہ! میں نے آپ کے لیے ہی روزہ رکھا،اور آپ کے رزق پر ہی افطار کیا۔**

یعنی افطار کے وقت اس بات کا استحضار ہو کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی وہ سب محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا فضل ہے،اور یہی تواضع و انکساری ہے جو روزے کا ایک پیغام اور حکمت ہے۔

## تحمل اور قوت برداشت میں اضافہ:

روزہ رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی ہمت مضبوط اور قوتِ برداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔اپنے جذبات کنڑول کرنا اور تکالیف پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے؛کیونکہ ایک طرف مسلمان کو روزے کی حالت میں کھانے پینے وغیرہ سے روکا گیا ہے، جس سے وہ بھوک پیاس برداشت کرتا ہے،اور دوسری طرف بھوکا پیاسا ہونے کی وجہ سے اس میں چڑ چڑاپن اور غصہ پیدا ہونے اور دوسروں سے الجھنے کا خدشہ تھا،اس لیے شریعت نے روزہ کی حالت میں کسی سے نازیبہ گفتگو یا لڑائی جھگڑا کرنے سے بھی سختی سے روکا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

**وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب، فإن سابه أحد أو قاتله،فليقل إني امرؤ صائم . "(صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتم، )6/27(، رقم الحديث: ،8011 الناشر: دار طوق النجاة، ط8122:ه)**

*ترجمہ: جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ فحش باتیں نہ کرے اور نہ ہی شور مچائے۔اگر کوئی شخص اس کو برا بھلا کہے یا جھگڑا کرنے لگے تو اس کا چاہیے کہ وہ اس (سامنے والے) سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔*

فضول گوئی،اور چیخنا چلانا تو ویسے ہی ممنوع ہے،لیکن روزہ دار کو ان باتوں سے زیادہ سختی سے روکا گیا ہے،تاکہ اس میں محتمل و بردباری، مضبوط ہمت اور قوت برداشت پیدا ہو جو کہ روزہ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت اور پیغام ہے۔

## اللہ کی نعمتوں پر شکر:

یہ بات بالکل واضح ہے کہ نعمت کی موجودگی میں اس کی اتنی قدر واہمیت نہیں ہوتی، جتنی اس سے محرومی کی صورت میں ہوتی ہے۔انسان پر ہر لمحہ لاتعداد نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے،لیکن ان کا اتنا استحضار نہیں ہوتا،اوران پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی طرف بھی دھیان نہیں جاتا،اور اگر کبھی شکر ادا کیا جاتا ہے تو اجمالی اور زبانی ہوتا ہے۔

نعمتوں کا استحضار کر کے دھیان اور دل سے شکر ادا نہیں کیا جاتا،لیکن روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی طور پر ادراک ہوتا ہے،اور بوقت افطار انسان کا تمام بدن،بلکہ روح تک اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہے۔اور اس کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں کے ضیاع سے انسان محفوظ رہتا ہے، اور اس کو ان نعمتوں کی قدر ہوتی ہے۔

## تقوی کا حصول:

روزے کی تمام حکمتوں اور اس میں پوشیدہ اسباق اور پیغامات کا احاطہ کسی انسان کے بس میں نہیں، لیکن ان تمام کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے سورت بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۳ میں دو لفظوں "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" میں ہی ذکر کر دیا ہے، یعنی تقویٰ کا حصول۔

روزے کی جتنی حکمتیں بیان کی جائیں، یا جو بھی فلسفہ ذکر کیا جائے، ان سب کی اصل اور مقصد یہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرۃ آیت 183)**

**ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔**

تقوی کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کی خاطر نیک اعمال کرنا، اور اس کی ناراضگی اور عذاب کے ڈر سے معاصی اور گناہ چھوڑنا۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلي، 8/111)، الناشر: مؤسسة الرسالة- بيروت، ط8122:ه-2118م)

غرباء ومساکین کی مدد کرنا، بھوکوں اور ضرورت مند افراد کو کھانا کھلانا، کسی کی طرف نادانستہ تکلیف واذیت ملنے پر تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرنا، تکبر و غرور سے بچنا اور تواضع وانکساری اپنانا۔

الغرض تمام نیک اعمال پر عمل کرنے، اور گناہوں سے بچنے کے لیے کوشش کرنا "تقوی" کے وسیع مفہوم میں داخل ہے، اور اسی تقویٰ کا حصول روزہ کی حکمت ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ روزہ ایک بڑی عبادت ہونے کے ساتھ اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت بھی ہے، اور انسان کی انفرادی صحتمند زندگی اور اجتماعی پر سکون حیات اور ایک بہترین معاشرے کا ضامن بھی ہے، بشر طیکہ شریعت میں مقرر کردہ حدود کا لحاظ اور پابندی کر کے روزے رکھے جائیں۔

# لمحہ فکریہ



مولانا محمد حفظ الرحمن فاروق رحمہ اللہ

اے انسان تو سمجھتا ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا، لیکن نہیں بلکہ دنیا جلد ہی تمہارا نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں درج کر دے گی۔ والدین بہت روئیں گے بالآخر مایوس ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ احباب، عزیز و اقارب تمہیں خوب یاد کر کے ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے۔ بیوی کچھ عرصہ سوگوار رہے گی، مگر چند روز بعد حالات کی تبدیلیاں اسے تازہ مشاغل میں الجھادیں گی۔ بچے بہت یاد کرینگے مگر آہستہ آہستہ ان کے ذہن سے تمہارا نقش محو ہو جائے گا۔ طوفان و باراں دستور تمہاری قبر کی بلندی کو ہموار کر کے تمہارا نام صفحہ ہستی سے مٹادیں گے۔

چند سال بعد ایک بھولے ہوئے خواب کی مانند ہو جاؤ گے۔ نصف صدی گزر جانے پر اس بات کا یقین کرنا مشکل ہو جائے گا کہ تم کبھی دنیا میں آئے بھی تھے۔۔۔؟ اس لیے دنیا کی فکر چھوڑ۔۔۔! آخرت کی تیاری کر جہاں ابدی زندگی انتظار کر رہی ہے۔

اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہی آخرت اچھی ہو گی۔

تبدیلی اللہ کی طرف سے ہے، ہر چیز فنا ہونی ہے۔ جو ہوا اچھا ہوا۔۔۔! جو ہو رہا ہے وہ اچھا ہو رہا ہے، جو ہو گا وی بھی اچھا ہی ہو گا، تمہارا کیا گیا جو تم روتے ہو۔۔۔؟ تم کیا لائے تھے جو تم نے کھو دیا۔۔۔؟

تم نے کیا پیدا کیا تھا جو ختم ہو گیا۔۔۔! تم نے جو لیا یہیں سے لیا، جو دیا یہیں پر دیا، جو آج تمہارا ہے، کل کسی اور کا تھا اور کل کسی اور کا ہو جائے گا۔

اس لئے اے مسلمانوں کوشش کرو کہ مرنے کے بعد والی زندگی کو بہتر بناؤ کیونکہ اسی میں ہم مسلمانوں کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

# تمام انبیاء کا دین کیا تھا



محمد آصف عثمانی

اللہ تعالی نے جتنے بھی انبیاء اور رسول بھیجے ان سب کا پیغام یہی تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالی کی عبادت کی طرف لگایا جائے اللہ تعالی فرماتے ہیں

**ہم نے ہر امت کی طرف ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ تعالی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(نحل:36)**

دوسری جگہ فرمایا:

**وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ(انبیاء:25)**

**آپ سے پہلے ہم نے جس رسول کو بھیجا اس کے ہاں ہم نے یہ پیغام بھیجا کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے میرے لہٰذا تم سارے میری ہی عبادت کرو۔**

توحید کی دوسری قسم کی حقیقت مشرکین مکہ سمجھ نہ سکے اور گمراہ ہو کر نبی ﷺ سے جھگڑا شروع کر دیا اس جھگڑے میں انہوں نے مسلمانوں کے خون حلال کر لیے ان کا مال، ان کی جان، ان کے گھر بار اور ان کی خواتین اور بچے ہر چیز میں دست اندازی کرنے لگے جس شخص میں توحید کی یہ صفت موجود نہ ہو وہ مشرک اور کافر ہے اگرچہ توحید ربوبیت اور اسماء وصفات کا اقرار کرتا ہو پھر بھی اس پر مشرک اور کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ صرف اللہ تعالی کی عبادت کرنے کا نظریہ تمام رسولوں کا تھا جنہیں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا اسی سلسلے میں فاضل مؤلف ذکر کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو بھیجا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

**وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ O اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ(هود:26،25)**

**ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور انہوں نے کہا کہ میں تم کو ڈرانے کے لیے آیا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو**

دوسری جگہ فرمایا:

**وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (ھود:50)**

**قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔**

پھر ایک جگہ فرمایا:

**وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (ھود:61)**

**ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارا اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔**

پھر ایک جگہ فرمایا:

**وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (ھود: 84)**

**قومِ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔**

سب سے پہلے نبی نوح علیہ السلام تھے یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا اسی سے پتا چلتا ہے کہ مؤرخین سے یہ غلطی ہوئی کہ ادریس علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

**اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ (النساء:163)**

**ہم نے تمہاری طرف بھی اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوح علیہ السلام پر وحی کی تھی اور ان کے بعد باقی انبیاء کی طرف بھی وحی کی**

اسی طرح حدیث میں منقول قیامت کے روز سفارش والا واقعہ بھی ہے۔ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف زمین پر بھیجا تھا۔ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نوح علیہ السلام سے پہلے کوئی رسول نہیں گزرا جن کو کتاب دی گئی ہو کتاب و سنت کی روشنی میں نوح علیہ السلام ہی سب سے پہلے رسول ہیں نوح علیہ السلام ان پانچ رسولوں میں سے ایک ہیں جنہیں اولوالعزم کہا جاتا ہے۔ محمد ﷺ، موسیٰ، ابراہیم، نوح اور عیسیٰ علیہما السلام۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں دو مقام پر اس بات کا تذکرہ کیا ہے (سورہ احزاب آیت نمبر 7، سورہ الشعراء آیت نمبر 13)۔



# صحابہ کرامؓ کی ایمانی قوت

مولانا عبداللہ ہزاروی صاحب

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمانی قوت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔

جس کو علامہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ خلیفہ منصور نے اپنے دور خلافت میں چاہا کہ کسریٰ کے محل کی اس موجودہ دیوار کو توڑ کر اس کے ملبے سے حاصل ہونے والی رقم سے انتفاع کیا جائے، تو اس نے مشورہ کیا اور سبھی مشیروں نے بادشاہ کی حامی بھر لی۔

مگر ایک ایرانی مشیر نے کہا کہ آپ اس دیوار کو ہر گز نہ تڑوائیں۔ کیوں کہ بعد کے لوگ جب دیکھیں گے کہ صحابہ نے ظاہری ضعف و کمزوری کے باوجود اور اس ایوان کے بادشاہ کے جلال و جبروت کے باوجود اس کو مقہور و مغلوب کر دیا تو ان کو کوئی شک نہ ہوگا کہ یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا ہے اور اللہ ہی کی ان کے ساتھ تائید و نصرت رہی ہے۔ مگر بادشاہ کی سمجھ میں اس کی بات نہیں آئی اور اس نے اس دیوار کو توڑنے پر مزدور لگا دئے۔

مگر چند ہی دنوں میں اندازہ ہو گیا کہ اس دیوار کو توڑنے پر جتنا خرچ آئیگا اس کا دسواں حصہ بھی اس کے ملبے سے حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ انتہائی مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس لئے بادشاہ نے اس کام کو رکوانے کا ارادہ کیا۔ مگر کام کو رکوانے سے پہلے اس نے اپنے اسی ایرانی مشیر کو پھر بلایا اور صورت حال کو رکھ کر مشورہ لیا تو مشیر نے کہا کہ آپ اس کام کو ہر گز نہ رکوائیں اور کہا کہ میں نے پہلے جو مشورہ دیا تھا کہ آپ اس دیوار کو نہ تڑوائیں۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دیوار کے باقی رہنے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایمانی قوت و طاقت کا اندازہ بعد میں آنے والوں کو ہوگا کہ ایسے مضبوط محل کو چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کس طرح توڑا ہوگا؟ اور اب میں جو مشورہ دے رہا ہوں کہ آپ اس کام کو نہ رکوائیں وہ اس

لیے کہ کام شروع کر کے رکوا دینے سے بعد میں آنے والے لوگ کہیں گے کہ ایرانیوں نے ایسا مضبوط محل بنایا تھا کہ اس کی دیوار کا ایک حصہ توڑنا بھی اسلامی حکومت کے بس میں نہیں تھا۔(تاریخ بغداد: ا، ۱۳۱-۱۳۰)

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ایک بار ہارون رشید نے اس دیوار کو ڈھانے کا ارادہ کیا تھا اور اس پر مزدور لگا دیئے اور اس سلسلہ میں کام بھی شروع ہو گیا۔ مگر لگے ہوئے مزدور اس کے ڈھانے سے عاجز آ گئے، ابن خلدون فرماتے ہیں کہ غور کیجیے کہ وہ حکومت کس قدر طاقت ور ہو گی جس نے ایسی عمارت بنوائی جس کے ڈھانے سے دوسری حکومت عاجز آ گئی۔ حالاں کہ بنانا دشوار ہے اور ڈھانا آسان ہے۔(مقدمہ ابن خلدون: ا، ۴۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات کھجوروں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ اگر وہ میسر نہ ہوتیں تو پانی سے افطار فرما لیتے تھے۔ حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**اذا افطر احکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماءٍ فانہ طھور.**

جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہئے کہ کھجور سے کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے کیونکہ پانی پاک ہوتا ہے۔(جامع الترمذی، 1: 83، کتاب الزکوۃ، رقم حدیث: 658)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کو بہترین سحری قرار دیا:

**عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نعم سحور المومن التمر.**

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔(سنن ابی داؤد، 1: 327، کتاب الصوم، باب من سمی السحور الغداء، رقم حدیث: 2345)



# حضرت عمرؓ کا عجیب واقعہ

محمد شعیب نواز عثمانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں کانوں میں انگلیاں دے کر حیراں و سرگرداں پھر رہے اور چلا چلا کر کہہ رہے تھے،، ہائے افسوس ہائے افسوس لوگ متعجب ہو کر آئے اور پوچھنے لگے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض امراء کی طرف سے پیغام رساں خبر لے کر آیا ہے کہ ایک نہر دونوں کے بیچ حائل ہو گئی ہے۔ اسے عبور کرنے کے لیے کوئی کشتی نا ملی تو ان کے امیر (افسر) نے حکم دیا کہ ایسا آدمی تلاش کرو جو اس نہر کی گہرائی کو جانتا ہو۔ چنانچہ ایک بوڑھا آدمی لایا گیا۔ اس نے خوف و تردد کے لہجے میں کہا کہ مجھے اس کی برودت کا خوف ہے مگر اس امیر نے جبرا اس کو نہر میں داخل کرا دیا ابھی وہ نہر میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کو اس کی برودت نے پکڑ لیا اور وہ ہائے عمر رضی اللہ عنہ! ہائے عمر رضی اللہ عنہ کی آواز لگاتا نہر میں ڈوب گیا۔

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس علاقہ کے والی کو طلب کیا وہ آیا تو چند روز اس سے منہ پھیر رکھا پھر وہ آیا تو اس سے پوچھا کے اس کا کیا قصور تھا کے تو نے اس کو مار ڈالا؟ امیر نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں نے اس کو قصداً نہیں قتل کیا، اور ہمیں اس نہر کو عبور کرنے کے لئے کوئی چیز بھی دستیاب نہیں ہوئی، ہمارا مقصود تو یہ تھا کہ اس نہر کی گہرائی معلوم کریں، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے کارنامے بتانے لگا کہ ہم نے فلاں علاقہ کو فتح کیا، اور فلاں بھی فتح کر لیا ہے، اور اتنا اتنا مال ہاتھ لگا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیز لہجہ میں فرمایا کہ میری نظر میں ایک مسلمان آدمی کی جان ان تمام چیزوں سے زیادہ ہے جو تو لے کر آیا ہے، اگر سنت نہ ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا، جاؤ اس کے ورثا کو اس کی دیت دو اور یہاں سے نکل جاؤ، میں تجھے نہ دیکھوں۔ (السنن الکبری" (۳۲۳/۸) و" کنز العمال" (۸۱/۱۵) رقم (٤٠١٨٩))

# حضرت سلمان فارسیؓ کی سادگی

مولانا محمد سہیل نواز عثمانی



حضرت سلمان فارسیؓ بہت بڑے صحابی تھے، تمام صحابہ کرامؓ میں آپؓ نے سب سے زیادہ عمر پائی ہے، آپؓ سبھی لوگوں کی خدمت کرتے اور بہت سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی حکومت کے زمانے میں ان کو شہر مدائن کا گورنر بنادیا۔ لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کی سادگی کی وجہ سے نئے لوگ انھیں دیکھ کر سمجھ ہی نہیں پاتے تھے کہ یہ شہر مدائن کے گورنر ہیں۔ بلکہ ان کو ایک عام آدمی سمجھ کر ان سے خدمت بھی لے لیا کرتے تھے اور حضرت سلمان فارسیؓ بھی گورنر ہونے کے باوجود بلا کسی شرم کے ان کی خدمت کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ ایک عام آدمی کی طرح مدائن کی سڑک پر گھوم رہے تھے۔ ملک شام کا ایک تاجر اپنی تجارت کا سامان بیچنے کے لیے مدائن آرہا تھا۔ اس تاجر نے حضرت سلمان فارسیؓ کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ کوئی مزدور ہے، اس لیے ان کو بلایا اور کہا کہ میرا سامان اٹھا کر فلاں جگہ لے چلو، حضرت سلمان فارسیؓ بھی بغیر کسی شرم کے اس تاجر کا سامان اٹھا کر چل دیئے۔ کچھ دیر بعد جب مدائن کے شہریوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو سامان اٹھائے ہوئے دیکھا، تو اس شامی تاجر سے کہا: ارے! یہ تو مدائن کے گورنر ہیں! تو ان سے بوجھ اٹھوا رہا ہے! یہ سن کر وہ تاجر گھبرا گیا اور شرمندہ ہو کر حضرت سلمان فارسیؓ سے درخواست کرنے لگا: حضرت! میں آپ کو پہچان نہیں سکا؛ اس لیے آپ کے ساتھ یہ گستاخی ہوگئی، مجھے معاف فرمادیں اور سامان مجھے دے دیں، میں خود لے کر چلا جاؤں گا۔ لیکن حضرت سلمان فارسیؓ اپنے سر سے سامان اتارنے کے لیے بالکل تیار نہ ہوئے۔ بلکہ فرمایا: میں نے ایک نیکی کی نیت کرلی ہے، جب تک وہ پوری نہ ہوگی، یہ سامان نہیں اتاروں گا، پھر انھوں نے وہ سامان اس کے ٹھکانے تک پہنچادیا۔ (طبقات ابن سعد البصری: ٥/٦٨)

# اے میرے اللہ قبول کر میری دعا

محمد داؤد الرحمن علی

اے میرے اللہ قبول کر میری دعا
مجھ کو حرم بلا، مجھ کو حرم بلا
کعبہ کی رونق دکھا زم زم کا پانی پلا
اپنی رحمت کو کر مجھ پر عیاں
اے میرے اللہ قبول کر میری دعا
مجھ کو حرم بلا، مجھ کو حرم بلا
مطاف میں جھکاؤں میں اپنی جبیں
گناہوں پر ہوں میں شدید غمگیں
میرا دامن آپ کے ہی آگے ہے کھلا
اے میرے اللہ قبول کر میری دعا
مجھ کو حرم بلا، مجھ کو حرم بلا
آنسو ہیں آنکھوں میں کپکپاہٹ ہے لہجوں میں
ہے یہ وقت عطا معاف کر ہر میری خطا
اے میرے اللہ قبول کر میری دعا
مجھ کو حرم بلا، مجھ کو حرم بلا
دنیا ہو یا حشر چاہیے آپ کی رحمت کی نظر
کوئی چاہت ہی نہیں آپ کی محبت کے سوا
داؤد کی ہے یہ صدا شہداء کی صفوں میں ہو میری جاں
جنت سے آئے داؤد کو صدا
اے میرے اللہ قبول کر میری دعا
مجھ کو حرم بلا، مجھ کو حرم بلا





# زندگی گزارنے کے ۲۰ انمول اصول

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

حضرت سے سوال کیا کہ زندگی کا خلاصہ کیا ہے؟

ارشادِ فرمایا کہ:

1) ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو۔

2) کوشش کرو کہ پوری زندگی میں کوئی تمہاری شکایت کسی دوسرے انسان سے نہ کرے پروردگار سے تو بہت دور کی بات ہے۔

3) خاندان والوں کے ساتھ کبھی مقابلہ مت کرنا نقصان قبول کرلینا مگر مقابلہ مت کرنا بعد میں نتیجہ خود مل جائے گا۔

4) کسی بھی جگہ یہ نہیں کہنا کہ میں عالم ہوں میرے ساتھ رعایت کرنا یہ ایک غیر نامناسب عمل ہے، کوشش کرو دینے والا بن جاؤ۔

5) سب سے بہترین دستر خوان گھر کا دستر خوان ہے۔ جو بھی تمہارے نصیب میں ہو گا بادشاہوں کی طرح کھالو گے۔

6) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید مت رکھنا۔

7) ہر آنے والے دن محنت میں مزید اضافہ کرنا۔

8) مالداروں اور متکبروں کی مجالس سے دوری اختیار کرنا مناسب ہے۔

9) ہر دن صبح کے وقت صدقہ کرنا، شام کے وقت استغفار کا ورد کرنا۔

10) اپنی گفتگو میں مٹھاس پیدا کرنا۔

11) اونچی آواز میں چھوٹے بچے سے بھی بات مت کرنا۔

12) جس جگہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے اس جگہ کی دل وجان سے عزت کرنا جس قدر ادب کروگے ان شاءاللہ تعالیٰ رزق میں اضافہ ہوگا۔

13) کوشش کرو زندگی میں کامیاب لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کرو ایک نہ ایک دن ضرور تم بھی اس جماعت کا حصہ بن جاؤگے۔

14) ہر فیلڈ کے ہنر مند کی عزت کرنا ان کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے خواہ وہ کسی بھی فیلڈ کا ہو۔

15) والدین اساتذہ اور رشتے داروں کے ساتھ جس قدر اخلاق کا معاملہ کروگے اس قدر تمہارے رزق اور زندگی میں برکت ہوگی۔

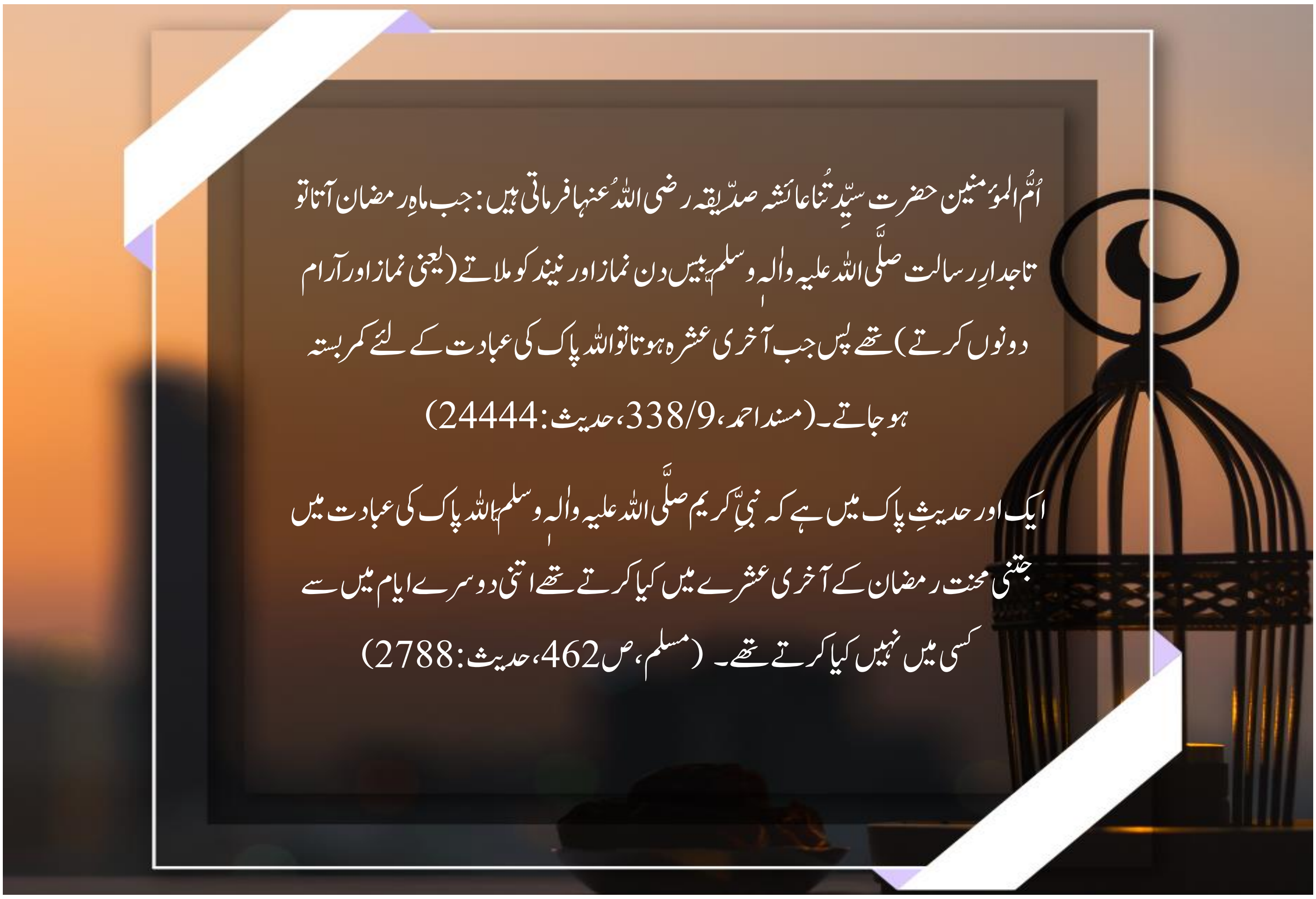
16) ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنا۔

17) عام لوگوں کے ساتھ بھی تعلق رکھنا اس سے بھی بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

18) ایک انسان کی شکایت دوسرے سے مت کرنا ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شکایت کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

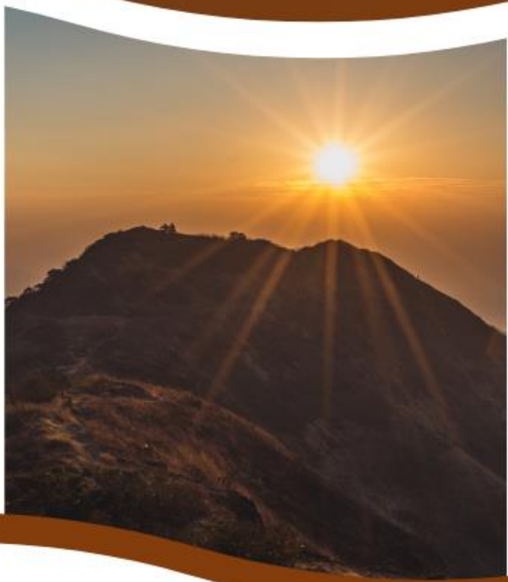
19) ہر بات کو مثبت انداز میں پیش کرنا اس سے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔

20) بڑوں کی مجلس میں زبان خاموش رکھنا۔



# اہل عرب کے 10 سبق آموز اقوال

محمد حفص فاروقی


عرب دانشوروں کی 10 باتیں جو کبھی ناکام نہیں ہونے دیتیں! خطہ عرب صدیوں سے علم اور دانائی کا مرکز رہا ہے، جلا دینے والی دُھوپ، سخت گرمی، پانی دُور دُور تک نہیں، بیاباں صحرا اور اس کی جلتی ریت پر بھی یہاں کے رہنے والے پُر سکون اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور لمبی بات کو مُختصر اور خُوبصورت پیرائے میں کہنا ان کے تہذیب اور تمدن میں شامل ہے اور ساری دُنیا نے علم اور دانائی ان سے سیکھی ہے اور اہل عرب کا علم انسان کو مضطرب نہیں ہونے دیتا۔

## 1) انسانیت:

اللہ کے نبی مُحمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی کالے کو کسی گورے پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ یہ علم اور حکمت کا ایک ایسا راز تھا جسے اہل امریکہ کے دانشوروں نے 1964 میں سمجھا اور اپنے ملک میں برابری کا قانون لے لیکر آئے اور پھر دُنیا کی سُپر پاور بن گئے اور جب اسے اہل یورپ نے سمجھا تو وہ دُنیا کی طاقتور ترین قوموں میں شامل ہو گئے اور اس قانون کو جس نے نہیں سمجھا وہاں کے حالات بھی آپ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

## 2)دانائی کا نصف:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا"کسی سے محبت کرنا دانائی کا نصف ہے"۔ یہ نکتہ ساؤتھ ایشا کے لوگوں نے سمجھا اور اسی وجہ سے ابھی تک گرے نہیں ہیں۔ آپ اپنے ملک پر ہی نظر ڈال لیں آپ کو یہاں فیملی سسٹم ملے گا اور ہر گھر میں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی فیملی کے لیے اپنی زندگی کا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

## 3)خُوبصورت بات:

عربوں کی کہاوت ہے کہ اُس وقت تک اپنا مُنہ نہ کھولو جب تک تمہیں یقین نہ ہو کہ تُم ایسے بات کہنے جا رہے ہو جو خاموشی سے زیادہ خُوبصورت ہو۔ جس نے صرف یہ نُقطہ سمجھ لیا وہ اگر نادان بھی ہو تو بھی ہمیشہ دانا شُمار کیا جائے گا۔

## 4)شیر کی سوچ:

یہ کہاوت بھی یقیناً آپ کو سُننے کو ملی ہو گی کہ "بھیڑوں کی وہ فوج جسکا لیڈر شیر ہو وہ شیروں کی اُس فوج کو جس کا لیڈر بھیڑ ہو ہرا دیتی ہے"۔ بلاشبہ لیڈر کا کردار آپ کی زندگی کے لئے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

## 5)نقطہ دانا:

عربوں کا قول ہے"جہاں ہمیشہ سُورج چمکتا ہو وہ جگہ صحرا بن جاتی ہے"۔اس نقطے کو زندگی کے کسی بھی پہلو پر لگا کر دیکھ لیں آپ کو سمجھ آ جائے گی کے یہ گہرا راز عربوں نے کھولا تھا۔

## 6)خوف:

اہل عرب کے دانا کہتے ہیں "اگر کسی کام سے خوفزدہ ہو تو اُسے کرو مت اور اگر کر رہے ہو تو پھر ڈرو مت"۔ کسی کام میں بھی کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اس اصول کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں اُسی وقت کامیابی کا سفر شروع ہو جائے گا۔

## 7)فتح اور شکست:

تمہاری فتح تمہاری قابلیت ظاہر کرتی ہے اور تمہاری شکست بتا دیتی ہے کہ تُم کتنے قابل تھے۔ مُقابلے سے پہلے اس بات کو ذہن میں رکھ کر جب جنگ کی جاتی ہے تو فتح ہو یا شکست تاریخ میں آپ کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

## 8)فیملی:

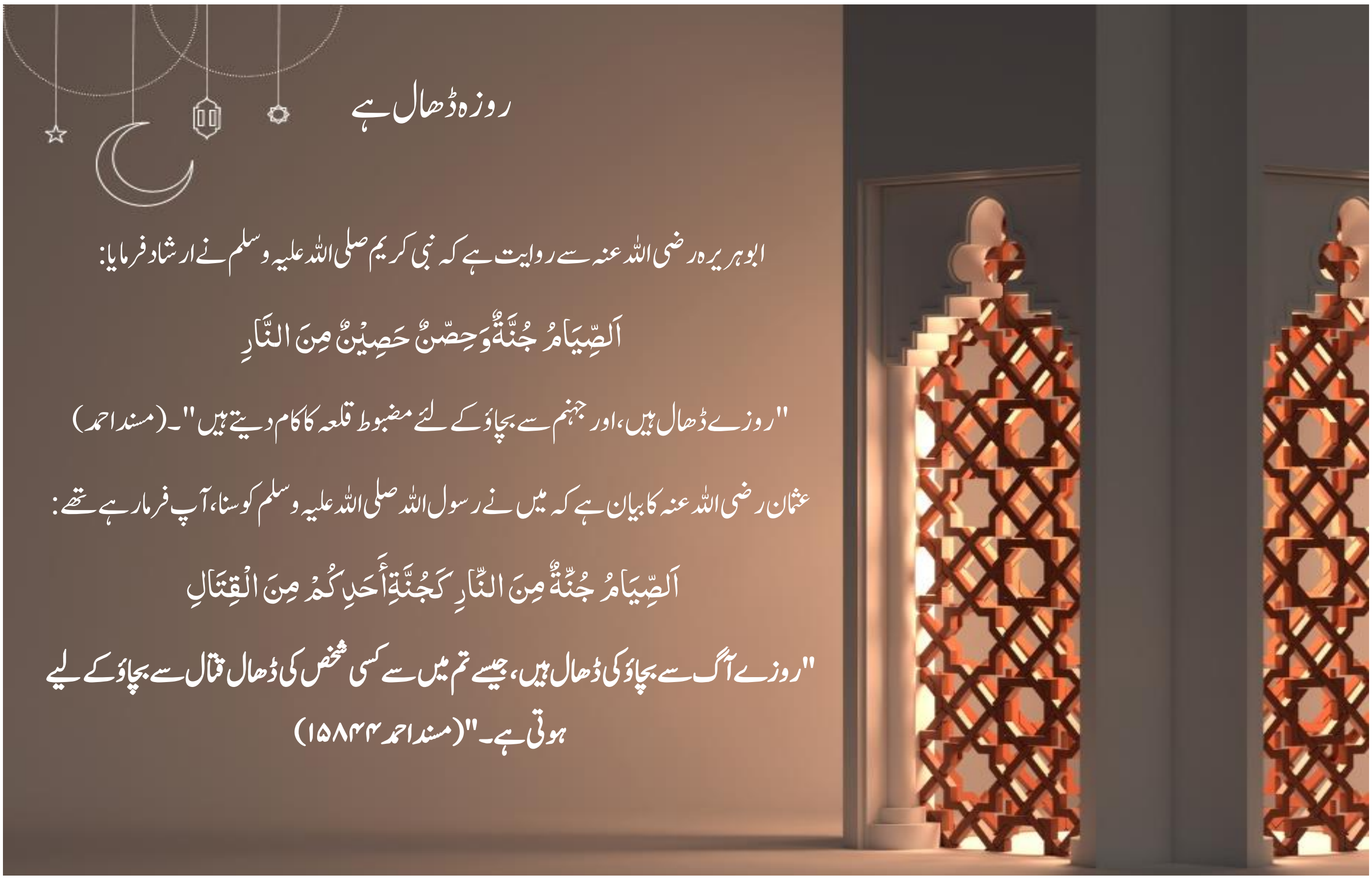
عرب داناؤں کا قول ہے ''ایسے شوہر جو اپنی بیوی کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو معاف نہیں کرتے وہ اپنی زندگی کی خُوشیوں سے لُطف اندوز نہیں ہو پاتے''۔ کوئی شک نہیں جب لوگ چھوٹی غلطیوں کو معاف کرنا سیکھ لیں وہ زندگی سے لُطف اندوز ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جو بڑی غلطیوں کو بھی معاف کرنا سیکھ لے اُس کی زندگی جنت بن جاتی ہے۔

## 9)دروازہ:

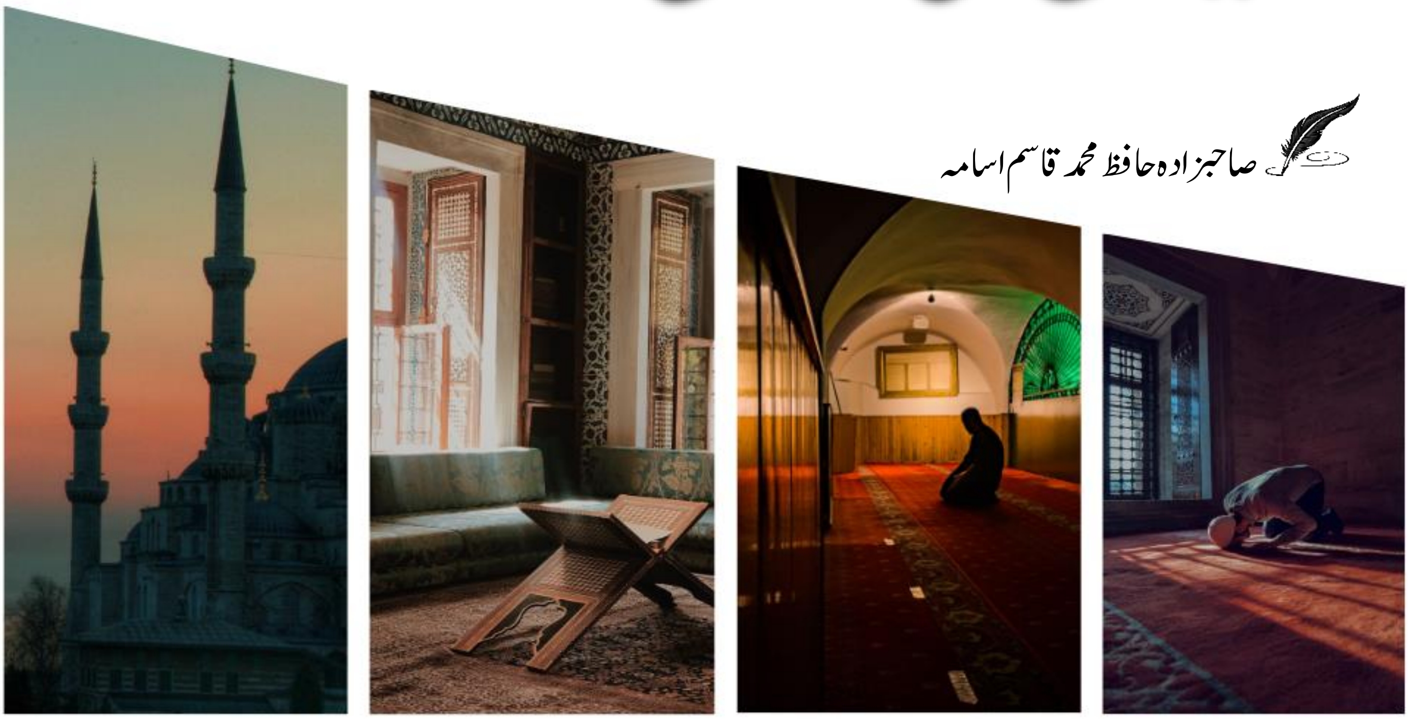
اہل عرب کی ایک اور گہری بات ''ایسا دروازہ مت کھولو جسے تُم بند نہ کر سکتے ہو''۔ جن لوگوں نے اس نقطے پر عمل کیا وہ دُنیا میں پُر سکون بھی رہے اور کامیابی نے اُن کے قدم بھی چُومے۔

## 10)شیطان:

شیطان انسان کا دُشمن ہے اس بات میں ہمیں کوئی شک نہیں اور عرب داناؤں کا کہنا ہے کہ شیطان سے بچو اور جب وہ حملہ کرے تو اسے غور سے دیکھو۔ یہ اصول آپ جہاں آپ کو اُس کے حملے سے بچائے گا وہاں اُس کا چُھپا چہرہ آپ کے سامنے آجائے گا اور آپ کو پتہ چل جائے گا کہ وہ درحقیقت کون ہے۔



# ایمان کی رمق



صاحبزادہ حافظ محمد قاسم اسامہ

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ (م ۱۲۷ھ) کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ کسی نوجوان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ وہ بسترِ مرگ پر بے بس پڑا ہوا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اس سے احوال پوچھے، تو اپنی زبان سے وہ جواب نہ دے سکا، اپنی آنکھوں کے اشارے سے اپنی خیریت بتائی۔

ابھی ہم اس کے پاس ہی تھے کہ اتنے میں مؤذن کی اذان سنائی دی، تو اس نے نہ صرف یہ کہ اذان کا جواب دیا بلکہ شہادتین کے وقت اپنی انگلی شہادت بھی اُٹھائی، پھر اس کے بیٹوں نے اسے وضو کرایا اور قبلہ رو کر دیا اس نے لیٹے لیٹے ہی اشارے سے نماز ادا کی۔

پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے مالک! ایمان کی رمق باقی ہو تو مولا کی آزمائش میں بھی قلبی راحت و سکون ملتا ہے، اے مالک! ذرا سوچو کہ اس کی نعمتیں کیسی بے انتہا ہیں مگر آزمائش صرف ایک ہے، حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کے صبر و یقین اور محبت و وفا کی سچائی کو دیکھ کر میں ورطہ حیرت میں آگیا، پھر ذرا سی دیر میں اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (نوجوانوں کی حکایات کا انسائکلوپیڈیا 446)

# والد کو ایک نیکی بخشنے والے کی بخشش



محمد منیب الرحمن صدیق صاحب

(روزِ قیامت) ایک شخص کی میزان عمل کے دونوں پلڑے برابر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تم جنت والوں میں سے نہیں ہو اور نہ ہی دوزخ والوں میں سے ہو تو اس وقت ایک فرشتہ ایک کاغذ لے کر آئے گا اور اس کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے گا اس کاغذ میں اف لکھی ہو گی تو یہ ٹکڑا نیکیوں پر بھاری ہو جائے گا، کیونکہ یہ (والدین کی) نافرمانی کا ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہو جائے گا۔

چنانچہ اس کو دوزخ میں لے جانے کا حکم کیا جائے گا، کہتے ہیں کہ وہ شخص مطالبہ کرے گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس واپس لے چلیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو لوٹا لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: اے نافرمان بندے! کس وجہ سے تم میرے پاس واپس آنے کا مطالبہ کر رہے تھے؟

وہ عرض کرے گا: الٰہی آپ نے تو دیکھ لیا میں دوزخ کی طرف جا رہا ہوں اور اس سے مجھے کوئی جائے فرار نہیں میں اپنے والد کا نافرمان تھا۔ حالانکہ وہ بھی میری طرح دوزخ میں جا رہے ہیں، آپ اس کی وجہ سے میرے عذاب کو بڑھا دیں اور اس کو دوزخ سے نجات دیدیں، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے تو نے دنیا میں تو اس کی نافرمانی کی اور آخرت میں اس کے ساتھ نیک سلوک کیا، اپنے باپ کا ہاتھ پکڑو اور دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (تذکرۃ القرطبی: ۳۱۹، بحوالہ: کشف علم الآخرۃ امام غزالی)



# زمین سے دینار نکالنے والا نمازی

مولانا ضیاء الرحمن صاحب

حضرت سیدنا ابو بکر بن فضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اصرار کر کے ایک رومی دوست سے اسلام لانے کا سبب پوچھا۔ تو اس نے بیان کیا ہمارے ملک پر مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا، جنگ ہوئی، کچھ لوگ ہمارے قتل ہوئے اور کچھ انکے۔ میں نے اکیلے دس مسلمانوں کو قیدی بنالیا۔ ملکہ روم میں میرا بہت بڑا گھر تھا، میں نے ان سب کو اپنے خادمین کے سپرد کر دیا۔

انہوں نے ان کو بیڑیوں میں جکڑ کر خچروں پر سامان لادنے کے کام پر لگا دیا۔ ایک دن میں نے ان قیدیوں پر مقرر ایک خادم کو دیکھا، کہ اس نے ایک قیدی سے کچھ لیا اور اس کو نماز پڑھنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں نے اس خادم کو پکڑ کر مارا اور پوچھا: بتاؤ! تم اس قیدی سے کیا لیتے ہو؟ تو اس نے بتایا یہ ہر نماز کے وقت مجھے ایک دینار یعنی سونے کا سکہ دیتا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا اس کے پاس دینار ہیں؟ تو اس نے بتایا نہیں۔ مگر جب یہ نماز سے فارغ ہوتا ہے، تو اپنا ہاتھ زمین پر مارتا اور اس سے ایک دینار نکال کر مجھے دے دیتا ہے۔

خادم کا بیان سن کر مجھے شوق ہوا کہ میں اس کی حقیقت جانوں لہذا جب دوسرا دن ہوا تو میں اس خادم کا یونیفارم پہن کر اس کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو اس نے مجھے اشارہ کیا، کہ مجھے نماز پڑھنے دے تو میں تجھے ایک دینار دوں گا۔ میں نے کہا میں دو دینار سے کم نہیں لوں گا اس نے کہا: ٹھیک ہے میں نے اسے کھول دیا۔ اس نے نماز پڑھی جب فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور وہاں سے نئے دو دینار نکال کر مجھے دے دیئے۔

## بقیہ نمازیں

جب عصر کا وقت ہوا تو اس مرتبہ میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے اسے اشارہ کیا کہ میں پانچ دینار سے کم نہیں لوں گا۔ وہ اس نے مان لیا، پھر جب مغرب کا وقت ہوا تو اسے معمول مجھے اشارہ کیا۔ تو میں نے کہا، میں دس دینار سے کم نہیں لوں گا۔ اس نے میری بات مان لی اور جب نماز سے

فارغ ہوا، تو زمین سے دس دینار نکال کر مجھے دے دیئے اور پھر جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو حسب عادت اس نے مجھے اشارہ کیا، میں نے کہا: میں بیس دینار سے کم نہیں لوں گا۔

پھر بھی اس نے میری بات تسلیم کر لی اور نماز سے فراغت پا کر اس نے زمین سے بیس دینار نکالے اور مجھے تھما کر کہنے لگا: جو مانگنا ہے مانگو! میرا مولا بہت غنی و کریم ہے، میں اس سے جو مانگوں گا وہ عطا کرے گا اس کا یہ معاملہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ولی اللہ ہے، مجھ پر اس کا رعب طاری ہو گیا اور میں نے اس کو زنجیروں سے آزاد کر دیا اور وہ رات میں نے رو کر گزاری۔

## اگلی صبح

جب صبح ہوئی تو میں نے اسے بلا کر اس کی تعظیم و تکریم کی اسے اپنا پسندیدہ لباس پہنایا اور اختیار دیا کہ وہ چاہے تو ہمارے شہر میں عزت والے مکان یا محل میں رہے اور چاہے تو اپنے شہر چلا جائے۔ اس نے اپنے شہر جانا پسند کیا۔ میں نے ایک خچر منگوایا اور راستے کے اخراجات دے کر اسے خچر پر سوار کیا۔ اس نے مجھے دعا دی: ''اللہ پاک اپنے پسندیدہ دین پر تیرا خاتمہ فرمائے۔''

اس کا یہ جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ میرے دل میں دین اسلام کی محبت گھر کر گئی، پھر میں نے اپنے دس غلام اس کے ہمراہ بھیجے انہیں حکم دیا کہ اسے نہایت احترام کے ساتھ لے جاؤ پھر اس کو ایک دوات اور کاغذ دیا اور ایک نشانی مقرر کر لی کہ جب وہ بحفاظت تمام اپنے مقام پر پہنچ جائے تو وہ نشانی لکھ کر میری طرف بھیج دے۔

## خادمین کی واپسی

ہمارے اور اس کے شہر کے درمیان پانچ دن کا فاصلہ تھا۔ جب چھٹا دن آیا تو میرے خدام میرے پاس آئے، ان کے پاس رکا بھی تھا جس میں اس کا خط اور وہ علامت موجود تھی۔ میں نے اپنے غلاموں سے جلدی پہنچنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب ہم اس کے ساتھ یہاں سے نکلے تو ہم کسی تھکاوٹ اور مشقت کے بغیر گھڑی بھر میں وہاں پہنچ گئے، لیکن واپسی پر وہی سفر 5 دنوں میں طے ہوا ان کی یہ بات سنتے ہی میں نے پڑھا:

**اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله و ان دين الاسلام حق۔**

**ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً حضرت محمد ﷺ اللہ پاک کے رسول ہیں اور بے شک دینِ اسلام حق ہے۔**

پھر میں روم سے نکل کر مسلمانوں کی شہر آ گیا۔ (حکایتیں اور نصیحتیں ص179)



# شرابی نوجوان ہدایت کا ذریعہ بنا

محمد عبداللہ۔لاہور

یہ واقعہ معروف سعودی عالم دین، اسلامی اسکالر اور داعی شیخ محمد بن عبدالرحمن العریفی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اردن میں، میں نے ایک درس دیا اور نماز کے حوالے سے کچھ باتیں کیں۔ درس کے بعد ایک نوجوان نے کہا کہ میرا قصہ میری نماز کے ساتھ ہے۔ آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ وہ اردنی کہنے لگا: ''میں شرابی تھا، اپنے دوستوں کے ساتھ شراب پی کر ایک دن میں نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ جب نماز شروع کرنے لگا، میری نظر مسجد کی دیوار پر لکھی اس حدیث پر پڑی: "جو نماز تمہیں برائی سے نہ روکے ایسی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (شیخ نے صراحت کی کہ یہ حدیث ضعیف ہے)۔ نوجوان کا بیان ہے کہ میں نے سوچا ایسی نماز کیوں پڑھوں، جو قبول ہی نہیں ہو گی۔ میں نے دس سال نماز نہیں پڑھی۔ ایک دن ایک پارٹی میں، میں ایک جدہ کے نوجوان کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اس نوجوان نے مجھ سے پوچھا تمہاری گرل فرینڈ کہاں ہے؟

میں نے جواب دیا میری کوئی گرل فرینڈ نہیں۔ وہ کہنے لگا: تم زنا نہیں کرتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا تم زنا نہیں کرتے، پھر تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ وہ جدہ کا نوجون کہنے لگا: دیکھو خدا اور بندے کے مابین کچھ رسیاں ہیں۔ ماں باپ سے حسن سلوک رسی ہے، روزہ رکھنا رسی ہے، صدقہ کرنا رسی ہے، نماز رسی ہے، جب تم ماں باپ سے حسن سلوک نہیں کرتے، تم ایک رسی کاٹ دیتے ہو، روزہ نہ رکھ کر دوسری رسی کاٹ دیتے ہو، صدقہ نہ دیکر تیسری رسی کاٹ دیتے ہو۔ پھر وہ کہنے لگا کم از کم ایک نماز والی رسی تو نہ کاٹو، کبھی تمہارے کام آئے گی۔ اس (اردنی) نے کہا: میں وہاں سے اٹھا، اپنے گھر آیا، غسل کیا اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور اس دن سے لیکر آج تک میری کوئی نماز نہیں چھوٹی۔



# اسم مصدر (قسط سوم)

سمیع اللہ حضروی صاحب

قسط دوم میں مصدر کی معنٰی کے لحاظ سے پہلی قسم تک بات کی گئ تھی۔ آج اس کی دوسری قسم سے متعلق بات کی جائے گی۔

## 2)مصدر متعدی

متعدی، عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ متعدی، ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق، اسمِ فاعل ہے۔ اردو زبان میں اسمِ صفت (صفتِ ذاتی) کے طور پر مستعمل ہے۔ اس کے مختلف معانی ہیں۔ مثلاً حد سے آگے بڑھنے والا، ظالم، پھیلنے والا یا والی، اُڑ کر لگنے والا، ایک قسم کی بیماری، جس کے پھیلنے کا خطرہ رہتا ہے، ایک دوسرے پر اثر کرنے والا، وہ اعمال جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

قواعد کی رُو سے وہ مصدر ہے جس میں فاعل اور مفعول دونوں کا اثر پایا جائے۔ تقویم القواعد اردو میں لکھا ہے:

**"یہ وہ مصدر ہیں جن کے فعل سے جو فقرہ بنتا ہے اس میں فاعل اور مفعول دونوں پائے جاتے ہیں۔ یعنی جب تک فاعل اور مفعول دونوں نہ ہوں، فقرہ مکمل نہیں ہوتا۔" (تقویم القواعد ص 12)**

مختصر یہ کہ مصدر متعدی وہ مصدر ہے جو فاعل کے ساتھ مفعول کو بھی چاہے۔ مثلاً پڑھنا، لکھنا، کھانا، پینا، دیکھنا، خریدنا وغیرہ۔

ان مثالوں پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان مصادر میں فاعلی اور مفعولی اثر پایا جاتا ہے۔ اب ذرا سی وضاحت سے مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔

"پڑھنا" مصدر پر اگر غور کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ کوئی چیز یعنی کتاب وغیرہ پر پڑھائی کا فعل صادر ہوتا ہے اور پڑھائی کا عمل کرنے والا بھی موجود ہے۔اب ایک جملہ دیکھیں۔

اسلم ایک کتاب پڑھتا ہے۔

اس جملے میں اسلم فاعل، کتاب مفعول اور پڑھتا فعل ہے۔اس طرح بات واضح ہو جاتی ہے کہ "پڑھنا" فعل متعدی ہے۔اس مصدر سے بننے والے افعال "متعدی افعال" کہلاتے ہیں۔

یہی وہ افعال ہیں جن سے انگریزی زبان میں passive voice بنتے ہیں۔ جیسے

A1 - I read a book.

PA book is read by me.

A2 - You wrote a letter.

PA letter was written by you. وغیرہ۔

متعدی افعال انگریزی میں Transitive verb کہلاتے ہیں۔بعض مصادر ایسے بھی ہیں جو مصدر لازم اور مصدر متعدی دونوں میں آتے ہیں۔ جیسے شرمانا، گھبرانا وغیرہ۔

## پہچان کا طریقہ:

مصدر لازم اور مصدر متعدی کی پہچان کا قاعدہ یہ ہے کہ ان مصادر کے "فعل ماضی مطلق" بنا کر جملے بنائے جائیں۔اگر ان جملوں میں فاعل (کام کرنے والا) کے ساتھ علامتِ فاعل "نے" نہ آئے تو وہ مصدر لازم اور اگر علامتِ فاعل آئے تو مصدر متعدی ہوں گے۔ مثال "آنا" مصدر سے "آیا" فعل ماضی مطلق بنایا گیا اور اب جملہ دیکھیں:

اسلم آیا، میں آیا، تم آئے، وغیرہ۔

ان جملوں میں علامتِ فاعل "نے" نہیں ہے۔پس "آنا" مصدرِ لازم ہے۔مزید مثالیں دیکھ لیں۔

سونا سے میں سویا، تو سویا، آپ سوئے۔دوڑنا سے وہ دوڑا، تم دوڑے، میں دوڑا وغیرہ۔

ان مثالوں میں کسی بھی فاعل کے ساتھ علامتِ فاعل "نے "نہ ہونے کی وجہ سے "سونا"اور "دوڑنا"مصدرِلازم ہیں۔

اب "لکھنا"مصدر کو دیکھتے ہیں کہ یہ کون سامصدر ہے؟"لکھنا" سے "لکھا" فعل ماضی مطلق بنا۔اب اسے جملوں میں استعمال کرتے ہیں:

اکبر نے لکھا،اس نے لکھا،تم نے لکھاوغیرہ۔

ان مثالوں میں فاعل کے ساتھ علامتِ فاعل "نے "آنے سے معلوم ہوا کہ "لکھنا"مصدر متعدی ہے۔اس کی مزید مثالیں بھی دیکھ لیں۔

"پڑھنا" سے تُونے پڑھا،آپ نے پڑھا،میں نے پڑھا۔"سننا" سے ہم نے سنا،تم نے سنا،آپ نے سناوغیرہ۔

ان مثالوں میں بھی علامتِ فاعل "نے "کے آنے سے معلوم ہوا کہ "پڑھنا"اور "سننا"مصدرِ متعدی ہیں۔

## مصدر متعدی کی بناوٹ کے لحاظ سے اقسام

بہ لحاظِ بناوٹ مصدرِ متعدی کی تین اقسام ہیں۔

### 1)مصدر متعدی بنفسہٖ

اسے متعدی الاصل بھی کہا جاتا ہے۔بنفسہٖ کا مطلب ہے "صرف اپنی ذات کے ساتھ"۔ قواعد میں متعدی بنفسہٖ سے مراد وہ مصدر ہے جو شروع ہی سے زبان میں ان ہی معنوں میں مستعمل ہو۔جیسے پڑھنا، لکھنا، کھانا، پینا، دیکھنا وغیرہ۔

یہ بات یاد رہے کہ جب مصدر لازم سے مصدرِ متعدی بنایا جاتا ہے تو اس کی حالت میں یہ تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ پہلے اس میں مفعول بہ (جس پر کوئی کام کیا جائے) نہیں ہوتا لیکن جب متعدی بنایا جاتا ہے تو اس میں مفعول بہ پایا جاتا ہے۔مثلاً "دوڑنا"مصدر لازم ہے اور اس میں مفعول بہ نہیں ہے۔جب متعدی "دوڑانا" بنایا گیا تو اس میں مفعول بہ (کا اثر) آگیا۔کیوں کہ اس کے معنوں واضح ہوتا ہے کہ کسی (مفعول) کو دوڑایا گیا ہے۔

### 2)مصدر متعدی بالواسطہ

وہ مصدر ہے جسے مصدر لازم سے متعدی بنایا جائے۔یعنی یہ مصدر، مصدر لازم کے واسطہ سے بنایا جاتا ہے۔ جیسے دوڑنا سے دوڑانا، بیٹھنا سے بٹھانا، چلنا سے چلانا وغیرہ۔

متعدی بالواسطہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کا علامتِ مصدر "نا" سے پہلے "الف" کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے چلنا سے چلانا، دوڑنا سے دوڑانا وغیرہ۔ بعض مصادر میں الف کے اضافے کے علاوہ بھی معمولی سی تبدیلی کر کے متعدی بالواسطہ بنایا جاتا ہے۔ جیسے بیٹھنا سے بٹھانا، کھیلنا سے کھلانا وغیرہ۔

یاد رہے کہ مصدر آنا، جانا گھبرانا، تلملانا وغیرہ سے مصدر متعدی، متعدی بنفسہ اور متعدی بالواسطہ نہیں بن سکتا۔

## 3)مصدر متعدی المتعدی

وہ مصدر ہے جو مصدرِ متعدی سے پھر متعدی بنایا جاتا ہے۔ ایسے مصادر میں فاعل اور دو مفعول کا اثر پایا جاتا ہے۔ یعنی ان مصادر میں ایک فاعل کسی مفعول سے کسی کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور وہ مفعول آگے کسی دوسرے مفعول سے وہ کام پورا کرواتا ہے۔ جیسے لکھنا مصدر سے لکھانا (مصدر متعدی) اور پھر اسے لکھوانا (مصدر متعدی المتعدی)۔

اس مثال پر غور کرنے سے واضح ہوا کہ لکھانا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے کا کام کسی (مفعول) سے کروایا گیا ہے۔ اور پھر لکھوانا سے ظاہر ہوتا ہے مفعول آگے کسی دوسرے (مفعول) سے لکھائی کا کام کروا کر مکمل کر لیتا ہے۔ مصدر متعدی المتدی یہ ہیں۔

پڑھنا سے پڑھوانا، پینا سے پِلوانا، سننا سے سنوانا، لڑنا سے لڑوانا وغیرہ۔

بعض مصدر متعدی ایسے ہیں جن سے متعدی المتعدی نہیں بن سکتا۔ جیسے پانا، لانا، بتانا، کھونا وغیرہ۔ ایسے لازم یا متعدی مصادر لازم محدود یا متعدی محدود کہلاتے ہیں۔ (تقویم القواعد: ص 15)

ایک بات ذہن نشین رہے کہ لازم سے متعدی اور متعدی سے متعدی المتعدی بنانے کے قواعد جو اہلِ صرف (علماے صرف) نے لکھے ہیں، وہ کلیہ یعنی قواعد نہیں، بلکہ سماعی ہیں۔ اہلِ زبان نے جس طرح انھیں استعمال کیا ہے ہم ان ہی معنوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ ان کی تبدیلی ناممکن ہے۔

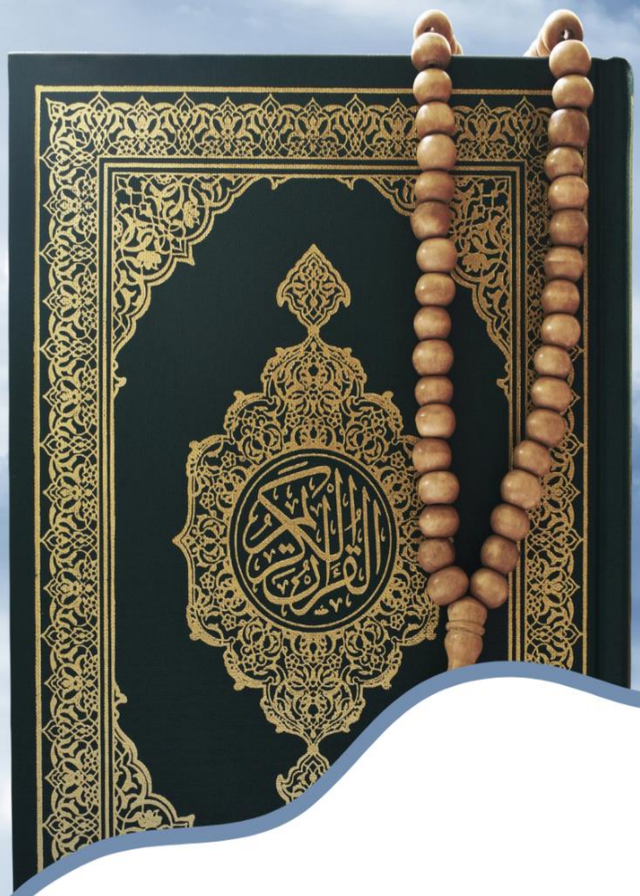
سماعی سے مراد یہ کہ جس طرح اہلِ زبان نے ادا کیے ہَوں اسی طرح ان سے سن کر آگے استعمال کیے جائیں۔

جاری ہے۔۔۔

# پیارا بیٹا محمد حفظ الرحمن فاروق رح

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جمعرات تو علیل ہوا، ہفتہ رات روانگی ہوئی تیری
جنازہ بے مثال تھا، استقبال بھی فقید المثال ہو گا
دل کشادہ، مہمان نواز، ملنسار تھا بیٹا
کشادہ قبر ہو گی معزز مہمان کی، خدا جب میزبان ہو گا
فرشتے سلام علیکم طبتم کا ترانہ سنا کر تجھ کو
سلام قولا من رب الرحیم کا پہنچا دیں گے
یہ سچی باتیں ہیں قرآن کی اس میں شک نہیں بیٹا
مبارک ہو، مبارک ہو یہ ہدیہ فرشتے آپ کو پہنچا دیں گے
تیری لحد پرابر رحمت بھی برسے گا ابد تک
تیرے ساتھ قبروں میں پڑے حصہ بھی لے لیں گے
تو واپس نہیں آئے گا ہم تیرے پاس آئیں گے
استقبال کرنا جھوم کر سفارش بھی کر دینا
مسجد میں، مدرسہ میں، مصلی پر اور ممبر پر تو سجتا تھا
ہمیں امید ہے واثق یہ تیرے سفارشی ہوں گے
قرآن سے بڑھ کر کوئی سفارشی نہیں تونے اس کو خوش کیا
وہ تیرے سینے، دماغ اور زبان پر راج کرتا تھا
اب تو اس کے موصوف کے پاس گیا ہے اس نے خود بلایا ہے
وہ خود رحم والا اس کا کلام آپ کی سفارش بھی کر دے گا
روزہ دوسرا سفارشی ہے کلام اللہ کا ساتھی ہے
ان دونوں کی سفارش ملے تیرا فردوس میں اعلی مقام ہو گا
سب سے بڑھ کر جو سفارش شفیع المذنبین ﷺ کی یقینی ہے
یہی ہمارا سہارا ہے جس میں ہم سبھی اور آپ بالیقین ہوں گے



# مترادفات القرآن

طاہرہ فاطمہ

## آرزو کرنا

آرزو کرنا کے لیے **امل**، **امنیّۃ** اور **ودّ** کے الفاظ آئے ہیں۔

### 1: امل

ایسی آرزو اور توقع جس کا پورا ہونا گو متوقع اور منتظر ہوتا ہے تاہم مشکل اور بعید ہوتا ہے چنانچہ ابن فارس نے اس کے معنی **التثبت والانتظار** درج فرمائے ہیں۔ یعنی کسی آرزو کی آس لگائے رکھنا اور اس کی تکمیل کا منتظر رہنا، زندگی کی بہاریں دیکھنے کا آرزو مند رہنا۔ جیسے کسی شاعر نے اپنے دوست سے وفا کی آرزو میں یہ مصرع کہہ یا جو امل کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

**وفا فریب ہے طول امل ہے کچھ بھی نہیں**

ارشاد باری تعالی ہے:

**ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ** (سورۃ الحجر آیت 3)

**آپ (غمگین نہ ہوں) انہیں چھوڑ دیجیے وہ کھاتے (پیتے) رہیں اور عیش کرتے رہیں اور (ان کی) جھوٹی امیدیں انہیں (آخرت سے) غافل رکھیں پھر وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے**

## 2: امنیّة

ایسی آرزو جس کی کوئی مضبوط بنیاد موجود نہ ہو۔ حسن ظن و تخمین پر کوئی خیال باندھنا پھر اس کی آرزو رکھنا۔ گویا یہ لفظ باطل اور جھوٹی خواہشات اور توقعات کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

**وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت 111)**

**اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جانے کا یہ ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔**

اور بعض علماء نے درج ذیل آیت:

**وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (سورۃ البقرۃ آیت 78)**

**اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں کہ اپنی آرزوؤں کے سوا اللہ کی کتاب سے واقف ہی نہیں اور وہ صرف اٹکل سے کام لیتے ہیں۔**

میں **امانی** سے مراد وہ روایات لی ہیں جو انہوں نے پنی طرف سے دین میں شامل کر لی تھیں یا تحریف کر لی تھی اور مجاہد نے **الا امانی** کے معنی **الا کذبا** یعنی جھوٹ کیا ہے اور بعض نے امانی سے مراد بے سوچے سمجھے تلاوت کرنا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ اس خیال کی تائید بعض دوسری آیات بھی کرتی ہیں اور **تمنی** بمعنی جھوٹی بات کرنا ہے۔ **تمنی الرجل** بمعنی اس نے جھوٹ بولا۔ قرآن میں ہے:

**اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى (سورۃ النجم آیت 24)**

**کیا جس چیز کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟**

## 3: ودّ

اس کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ 1) کسی چیز سے محبت کرنا۔ 2) اس کے حصول کی آرزو کرنا۔ پھر یہ لفظ کبھی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے کبھی کسی ایک معنی میں۔ مثلاً درج ذیل آیت:

**رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (سورۃ الحجر آیت 2)**

**کفار (آخرت میں مومنوں پر اللہ کی رحمت کے مناظر دیکھ کر) بار بار آرزو کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے**

میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں اور درج ذیل آیت:

**اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا** (سورۃ مریم آیت 96)

**اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے رحمٰن انکی محبت مخلوقات کے دل میں پیدا کردے گا۔**

میں صرف پہلا مفہوم پایا جاتا ہے۔

## ماحصل:

1) **امل**: بظاہر غیر متوقع اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی آرزو۔

2) **امنیّة**: باطل اور بے بنیاد آرزو کو کہتے ہیں۔(اور جس آرزو کی بنیاد موجود ہو وہ رجاء ہے)

3) **ودّ**: کسی بھی چیز کی محبت اور آرزو کو کہتے ہیں۔

# آڑ

آڑ کے لیے **برزخ**، **حجر**، **حجز** اور **حدّ** کے الفاظ آئے ہیں۔

## 1: برزخ

دو چیزوں کے درمیان کوئی حائل چیز جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کافی وسعت ہو تو یہ حائل چیز **برزخ** ہے (م ل) جیسے دنیا اور آخرت کے درمیان یا مرنے سے لے کر قیامت تک کا درمیانی وقفہ **برزخ** کہلاتا ہے۔ لیکن ابن الفارس نے جو کافی وسعت کی قید لگائی ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم اس کی تائید نہیں کرتا ارشاد باری ہے:

**مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ** (سورۃ الرحمن آیت 19،20)

**اسی نے دو سمندر رواں کئے جو باہم مل جاتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے وہ (اپنی اپنی) حد سے تجاوز نہیں کر سکتے۔**

البتہ اگر "کافی کھلی جگہ" کے بجائے کافی فرق (خواص وغیرہ کا) ہوتا تو موزوں تر تھا۔

**برزخ** دراصل دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو آڑ کا کام بھی دیتی ہے مگر اس تیسری چیز یعنی **برزخ** میں دونوں چیزوں کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں خواہ ایک چیز کے دوسری سے زیادہ ہوں یا برابر۔ **عالم برزخ** کی بھی یہی صورت ہے کہ مومن کے لیے راحت

اور کافر کے لیے عذاب یہیں سے شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ اخروی راحت یا عذاب سے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔اور دو دریاؤں کا درمیانی **برزخ** یوں ہوتا ہے کہ سمندر ایک گرم رو چل رہی اور دوسری سرد رو ہے تو اس **برزخ** کا پانی معتدل ہو گا۔اسی طرح اگر ایک طرف میٹھا پانی اور دوسری طرف کڑوا اور کھاری تو اس برزخ کا پانی درمیانی کیفیت کا حامل ہو گا اور اس برزخ کی چند مثالیں دی جاسکتی ہیں جن میں درمیانہ قسم کے خواص موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف کہ یہاں نہ عذاب ہو گا نہ راحت۔انسان اور حیوان کے درمیان بن مانس،انسان اور مچھلی کے درمیان جل پری، حیوانات اور جمادات کے درمیان مرجان، ٹھوس اور مائع اشیا کے درمیان پارہ وغیرہ وغیرہ۔

## 2: حجر

**حجارۃ** کا عام معنی پتھر ہے جو سخت اور ٹھوس ہے۔پھر **حجر** ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سخت بھی ہو اور ایسی آڑ یا روک کا کام دے جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے الگ کر سکے (م ف)ابن فارس کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے: **المنع و الاحاطة على الشيء** (م ل) گاؤں کی حفاظت کے لیے گاؤں کے گرد حصار کھینچ لینا، پتھروں کا احاطہ کرنا، کوٹ یا حویلی سے احاطہ کرنا۔یہ سب کچھ حجر کے مفہوم میں شامل ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا** (سورۃ الفرقان آیت 22)

**جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے (تو) اس دن مجرموں کے لئے چنداں خوشی کی بات نہ ہو گی بلکہ وہ (انہیں دیکھ کر ڈرتے ہوئے) کہیں گے: کوئی روک والی آڑ ہوتی (جو ہمیں ان سے بچالیتی یا فرشتے انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ تم پر داخلۂ جنت قطعاً ممنوع ہے)**

**حجرا محجورا** کا لفظ اہل عرب کسی دشمن یا آفت کے نازل ہونے کے وقت محاورتاً استعمال کرتے تھے جیسے ہم کہتے ہیں "اس سے خدا کی پناہ"۔تو سننے والا اس کو عموماً کوئی تکلیف نہ پہنچاتا۔

پھر **حجر** کا لفظ ایسی عقل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو غلط اور باطل نظریات اور بیہودہ باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔گویا ایسی محتاط عقل کو بھی جو اپنا بچاؤ سوچ لے **حجر** کہتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ** (سورۃ الفجر آیت 5)

**بیشک ان میں عقل مند کے لئے بڑی قسم ہے۔**

پھر **حجر** کا لفظ ممنوع، ناجائز اور حرام چیز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

**وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ** (سورۃ الانعام آیت 138)

**اور اپنے خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور کھیتی منع ہے۔اسے اس شخص کے سوا جسے ہم چاہیں کوئی نہ کھائے**

## 3: حجز

دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جو دونوں کے درمیان حائل ہو جائے۔**الحول بین الشیئین** (م ل)اور **حاجز** بمعنی اوٹ، پردہ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا (سورۃ النمل آیت 61)**

**اور (کھاری اور شیریں) دو سمندروں کے درمیان آڑ بنائی**

پھر **حاجز** کا لفظ درمیان میں حائل ہو کر کسی ایک چیز کو روک لینے یا دوسری کو بچا لینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے:

**فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ (سورۃ الحاقۃ آیت 47)**

**پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اِس سے روکنے والا نہ ہوتا۔**

## 4: حدّ

ہر چیز کی انتہا اور آخری کنارا جو اسے دوسری چیزوں سے الگ کر دے (م ا) گویا اس کے بنیادی معنی میں 1) روک 2) کنارا، کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گویا **حدّ** کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی وہ ایک ہی چیز کا آخری کنارا ہے جو اسے دوسروں چیزوں سے ملنے نہیں دیتا (م ف) ہمارے ہاں حدود اربعہ کا لفظ عام مستعمل ہے جو اس مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا (سورۃ النساء آیت 14)**

**اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔**

## ماحصل:

1) **برزخ**: دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جس میں دونوں کے کم و بیش برابر برابر خواص پائے جائیں اور روک کا کام دے۔
2) **حجر**: ایسی روک جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے محفوظ رکھے۔
3) **حجز**: دو چیزوں کے درمیان ایسی روک جو ایک چیز کو دوسری چیز سے محفوظ اور بچائے رکھے۔
4) **حدّ**: ایک ہی چیز کو آخری انتہا یا آخری کنارا جو اسے دوسری چیزوں سے ملنے سے روک دے۔ نیز دیکھیے "پردہ" اور "دیوار"۔



# حضرت سودہ بنت زمعہ رضؓ

محترمہ زنیرہ عقیل صاحبہ

بنی نوع انسان کے طبقۂ نسواں میں سب سے زیادہ فضیلت کی حامل وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جنھیں ازواجِ مطہراتؓ اور اُمہات المومنینؓ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان ازواج مطہراتؓ میں سے بھی اوّلیت اور افضیلت حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہے، جو نبی مکرمؐ کی پہلی زوجہ تھیں۔ ان کے بعد حضرت سودہ بنت زَمَعہؓ کا مقام آتا ہے۔

## ولادت:

معروف روایت کے مطابق حضرت سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت اظہار نبوت سے تقریباً 40 برس قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (تہذیب الاسماء والصفات، جلد 2، ص 348)۔

## نام ونسب:

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالی عنہا ان ازواج مطہرات میں سے ہیں جن کا تعلق خاندان قریش سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام "زمعہ" اور والدہ کا نام "شموس بنت عمرو" ہے۔

## پہلا نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا پہلے اپنے چچازاد "سکران بن عمر" کے نکاح میں تھیں۔ اسلام کی ابتداہی میں یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تھے، ایک قول کے مطابق ہجرت حبشہ سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ (المواہب اللدنیہ، ج1، ص405)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرضی کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سودہ بنت زمعہ سے نکاح فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالی عنہا کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرمالیا چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے بات کی تو انہوں نے رضامندی ظاہر کی، پھر آپ کے والد سے بات کی تو انہوں نے بھی خوشی سے اجازت دے دی۔ یوں حضرت سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا چار سو درہم حق مہر کے عوض حضور نبی کریم ﷺ کے عقد مبارک میں آئیں اور حریم نبوی ﷺ میں داخل ہو کر ام المومنین کے شرف سے فیضیاب ہوئیں۔ (المعجم الکبیر، جلد24، ص3/ مجمع الزوائد، جلد9، ص46/ مسند احمد بن حنبل، جلد6، ص21)۔

## مدینہ منورہ تشریف آوری:

نبوت کے تیرہویں سال جب سرکار دو عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل خانہ کو مدینہ منورہ ساتھ لے آئیں۔ چنانچہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، شہزادی کونین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ مدینہ طیبہ لے آئے اور ان شخصیات کے آنے سے قبل ہی سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے رہنے کے لیے ایک مکان تیار کروالیا تھا۔

## حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت وفیاضی:

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا جودوسخا اور فیاضی میں ایک خاص مقام رکھتی تھیں اور دنیاوی مال و دولت اور درہم و دینار سے آپ کو کوئی رغبت نہ تھی لہذا جو مال بھی آپ کے پاس آتا اس کو راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سلام اللہ علیہا کی خدمت اقدس میں درہموں سے بھری ہوئی ایک تھیلی بھیجی۔ آپ سلام اللہ علیہا نے لانے والے سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ درہم ہیں۔ جس پر سیدہ سودہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ کھجور کی طرح درہم بھی اب تھیلی میں بھیجے جانے لگے؟ یہ کہہ کر وہ سارے درہم اللہ تعالی کے راستے میں تقسیم کر دیئے۔ (طبقات ابن سعد، جلد8، ص56/ الاصابہ، جلد7، ص721/ سیر اعلام النبلاء، جلد2، ص269)۔

## ادائیگی حج:

روایات میں ہے کہ 10 ہجری میں حضور نبی کریم ﷺ نے حج فرمایا، ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا بھی دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں اور اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے آپ سلام اللہ علیہ کو مناسک حج میں خصوصی رعایات بھی عطا فرمائیں۔ حضرت سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں، اس لیے تیزی سے چل پھر نہ سکتیں تھیں لہذا آپ سلام اللہ علیہا نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ لوگوں کے مزدلفہ روانہ ہونے سے قبل ہی آپ کو مزدلفہ جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اجازت عطا فرمائی تو ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا لوگوں سے پہلے مزدلفہ روانہ ہو گئیں۔ (بخاری شریف، حدیث: 1680، 1681/ مسلم شریف، حدیث: 1290/ نسائی شریف، جلد 5، ص 262)۔

## پردہ کا اہتمام:

آپ رضی اللہ عنہا پردے کا اتنا اہتمام کرتی تھیں کہ بِلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا بھی پسند نہ فرماتیں چنانچہ آپ نے جب فرض حج ادا فرمالیا تو کہا: میرے ربّ نے مجھے گھر میں رہنے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا خدا کی قسم! اب موت آنے تک گھر سے باہر نہ نکلوں گی، راوی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ گھر سے باہر نہ نکلیں یہاں تک کہ آپ کا جنازہ ہی گھر سے نکالا گیا۔ (در منثور، ج 6، ص 599)

## فضائل و مناقب:

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ تَبْتَغِي بِذَالِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جانے کیلئے کس کے نام قرعہ نکلتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان ایک رات دن کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی، ماسوائے اس کے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی تھی اور اس سے ان کا مقصود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی تھی۔" اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (الحدیث رقم 56: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الهبة وفضلها، باب: هبة المرأة لغير زوجها وعتقها، 181/1، الرقم: 2453)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَى أَنْ أَكُوْنَ فِي مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ مِنِ امْرَأَةٍ فِيهَا حِدَّةٌ قَالَتْ: فَلَمَّا كَبِرَتْ جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِعَائِشَةَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِي مِنْكَ لِعَائِشَةَ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

**"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عزیز تھیں، میری تمنا تھی کہ کاش میں ان کے جسم میں ہوتی، حضرت سودہ بنت زمعہ کے مزاج میں تیزی تھی، جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔" اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (الحدیث رقم 57؛ أخرجه مسلم في الصحیح، کتاب: الرضاع، باب: جواز هبتها نوبتها لضرتها، 1085/2، الرقم: 1463)**

## روایاتِ حدیث:

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پانچ احادیث مروی ہیں، جن میں سے ایک حدیث مبارکہ بخاری شریف اور باقی چار دیگر کتب میں ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما نے آپ سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے۔

## اولاد:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا پہلے شوہر سیدنا سکران رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا تھا، جن کا نام حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھا اور انہوں نے جنگ جلولاء (فارس) میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح مبارک رسول اللہ ﷺ سے ہوا اور آپ ﷺ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (زرقانی، جلد 3، ص 260)۔

## وِصال:

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا وصال کب ہوا اس بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنا نے 22 ہجری میں وصال فرمایا اور جنت البقیع شریف میں آرام فرما ہیں۔ (الاستیعاب، جلد 4، ص 1867/الاصابہ، جلد 7، ص 421)۔ ایک اور روایت کے مطابق سیدہ سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا نے ماہ شوال المکرم 23 ہجری میں وصال فرمایا اور آپ دیگر امہات المومنین کے پہلوؤں میں جنت البقیع شریف میں مدفون ہیں۔ ایک قول کے مطابق آپ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہا کا وِصال ماہِ شوّالُ المکرّم 54 ہجری کو حضرتِ امیر مُعاویہ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ (فیضانِ اُمہات المومنین، ص 66) آپ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہا کی قبرِ مُبارک جنت البقیع شریف میں ہے۔



# ابو حازمؒ کی حق گوئی کی تاثیر

ام محمد صاحبہ

سلیمان بن عبدالملک نے جو بنوامیہ کا بادشاہ تھا ایک مرتبہ شیخ الحدیث ابو حازمؒ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ ہم لوگ دنیا کو پسند اور آخرت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ: تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو برباد کیا اس لئے تم لوگ آبادی سے ویرانے کی طرف جانے سے گھبراتے ہو۔

پھر سلیمان نے پوچھا کہ کاش ہم کو معلوم ہو جاتا کہ آخرت میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھ لو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ سلیمان نے کہا کہ کون سی آیات پڑھوں؟ آپ نے فرمایا کہ:

**إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ، وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ**

**یعنی نکوکار یقیناً جنت میں اور بدکار یقیناً جہنم میں ہوں گے۔**

پھر سلیمان نے یہ دریافت کیا کہ دربار الٰہی میں بندوں کی حاضری کا کیا منظر ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ نیکوکار کا تو یہ حال ہوگا کہ جیسے برسوں کا بچھڑا ہوا مسافر خوشی خوشی اپنے اہل و عیال میں آتا ہے اور بدکاروں کا یہ حال ہوگا کہ جیسے بھاگا ہوا غلام گرفتار کر کے آقا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ شیخ ابو حازمؒ کی یہ حق گوئی تاثیر کا تیر بن کر سلیمان کے قلب میں پیوست ہو گئی اور وہ چیخ مار کر رونے لگا۔ (حوالہ:- روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳)



# یتیموں کا غمخوار

رعنا دلبر صاحبہ

غم کا مارا ایک بچہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں پہنچا اور فریاد کرنے لگا؛ اس نے کہا، یارسول اللہ! فلاں شخص نے زبردستی میرے کھجور کے باغ پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھے کچھ نہیں دیتا۔ بچے کی فریاد سن کر نبی علیہ السلام نے فوراً اس شخص کو دربارِ رسالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا، تھوڑی ہی دیر میں وہ شخص حاضر ہوا، اور دربارِ رسالت میں دونوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دونوں کے بیانات سنے اور ہر طرح اطمینان کر لینے کے بعد آپ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

رسولؐ کا فیصلہ یتیم بچے کے خلاف تھا، اپنے خلاف فیصلہ سن کر یتیم بچہ رونے لگا، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکا، یتیم بچے کو روتا دیکھ کر خدا کے رسولؐ کا دل بھر آیا اور آپؐ بھی رونے لگے، پھر آپؐ اس شخص سے کہا؛ بھائی واقعی باغ کا فیصلہ تو تمہارے ہی حق میں ہوا ہے اور باغ تمہارا ہی ہے، لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اپنا باغ اس یتیم بچے کو ہِبہ کر دو! خدا تمہیں اس کے بدلے جنت میں سدا باغ عطا فرمائے گا، اس وقت دربارِ رسالت میں حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے وہ فوراً اٹھے اور اس شخص کو خاموشی سے ایک طرف لے جا کر اس سے کہا، اگر میں تمہیں اس باغ کے بدلے اپنا فلاں باغ دے دوں تو تم اپنا باغ میرے حوالے کر دو گے؟ اس نے کہا کیوں نہیں"۔

وہ شخص فوراً ہی راضی ہو گیا، اس لئے کہ ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کا باغ اس کے باغ سے کہیں زیادہ اچھا اور قیمتی تھا، ابوالدحداح رضی اللہ عنہ رسول اللہؐ کے قریب پہنچے اور بولے یارسول اللہ میں آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں، خدا کے رسولؐ مسکرانے لگے اور فرمایا پوچھو! ابوالد

حداح رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! آپ جو باغ اس یتیم بچے کو دلوانا چاہتے تھے، اگر وہ باغ میں اسے دیدوں تو مجھے اسکے بدلے جنت میں باغ ملے گا؟

نبی کریمؐ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور مسکراتے ہوئے آپؐ نے یقین میں ڈوبی ہوئی بلند آواز سے کہا، ہاں ہاں ضرور ملے گا، ابوالدحداح رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم اُٹھے، اور کہا یارسول اللہ! میں نے وہ باغ اپنے ایک باغ کے بدلے اس شخص سے لے لیا ہے، اور اب میں وہ باغ اس یتیم بچے کو دے رہا ہوں، خدا کے رسول! آپ گواہ رہیں کہ میں نے صرف خدا کی رضا کے لئے ایسا کیا ہے، یتیم بچے کا کھلایا ہوا چہرہ کھل اُٹھا اور یتیم کے غم خوار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر چمک دوڑ گئی اور ابوالدحداح رضی اللہ عنہ جنت کے باغ کا سودہ کر کے خوشی سے سرشار دربارِ رسالت سے واپس ہوئے، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔(بکھرے موتی 10/39)

مومنوں کا نورِ ایماں آ گیا
ہو مبارک ماہِ رمضان آ گیا

رحمتوں کی بارشیں کرتا ہوا
پھر سے بھرنے خالی داماں آ گیا

روشنی قرآں کی لے کر ہر طرف
ظلمتوں میں نورِ ایماں آ گیا

بارشیں عرفاں کی کرتا ہر طرف
لے کے انوارِ شبستاں آ گیا

میز بانی خوب کرنا ہے ہمیں
تیس دن کا آج مہماں آ گیا

ہو گئی مقبول مومن کی دعا
خشک لب پر دل کا ارماں آ گیا

عید کی خوشیاں ہیں میکش منتظر
مومنوں کے غم کا درماں آ گیا



# نصیحت آموز واقعہ

مریم عبدالرحمن

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا انتقال ہو گیا۔اس کے دو بیٹے تھے۔ان دونوں کے مابین ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا۔جب دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انہوں نے دیوار سے ایک غیبی آواز سنی کہ تم دونوں جھگڑا مت کرو۔کیونکہ میری حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مدت تک اس دنیا میں بادشاہ اور صاحب مملکت رہا۔پھر میرا انتقال ہو گیا اور میرے بدن کے اجزا مٹی کے ساتھ مل گئے۔پھر اس مٹی سے کمہار نے مجھے گھڑے کی ٹھیکری بنا دیا ایک طویل مدت تک ٹھیکری کی صورت میں رہنے کے بعد مجھے توڑ دیا گیا۔پھر ایک لمبی مدت تک ٹکڑوں کی صورت میں رہنے کے بعد میں مٹی اور ریت کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔پھر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے میرے اجزائے بدن کی اس مٹی سے اینٹیں بنا ڈالیں۔اور آج تم مجھے اینٹوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو۔لہٰذا تم ایسی مذموم و قبیح دنیا پر کیوں جھگڑتے ہو۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

غرور تھا نمود تھی، ہٹو بچو کی تھی صدا
اور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں

آہ!آہ! یہ دنیا بڑی فریب دہندہ ہے فانی ہونے کے باوجود یہ لوگوں کی محبوب بنی ہوئی ہے۔یہ اپنی ظاہری رنگینی اور رعنائی سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہوئے آخرت سے غافل کرتی ہے۔(ماخوذ از: آج کا سبق صفحہ 83،تالیف: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

# نوجوان ہو تو ایسا







بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا، جس کے حسن کا ہم پلہ کوئی نہ تھا، یہ پٹاریاں (ٹوکریاں) بیچا کرتا تھا۔ایک دن وہ پٹاریاں لئے گھوم رہا تھا کہ ایک عورت کسی بادشاہ کے یہاں سے نکلی، جب اسے دیکھا تو دوڑی ہوئی اندر گئی اور شہزادی سے کہا کہ میں نے ایک نوجوان کو پٹاریاں بیچتے ہوئے دروازہ پر دیکھا ہے، ایسا خوبصورت آدمی کبھی نظر نہیں آیا۔

شہزادی نے کہا: اسے بلالاؤ۔

اس نے باہر نکل کر اس نوجوان سے کہا: اے نوجوان! اندر آؤ ہم بھی خریدیں گے۔جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کرلیا، پھر وہ دوسرے دروازہ میں داخل ہوا، اسی طرح تین دروازوں میں داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کرلیا۔

پھر شہزادی سینہ کھولے ہوئے اس کے سامنے آئی۔

اس نوجوان نے کہا: اپنی ضرورت کی چیز خرید لو، تو میں جاؤں۔

شہزادی نے کہا: ہم نے اسکے خریدنے کو نہیں بلایا ہے، بلکہ نفس کی حاجت پوری کرنے کو بلایا ہے۔

نوجوان نے کہا: خدا سے ڈرو۔

شہزادی نے کہا: اگر تو ایسا نہیں کریگا، تو میں بادشاہ سے کہوں گی کہ تو غلط ارادے سے میرے گھر میں گھس آیا تھا۔

نوجوان نے اسے بہت نصیحت کی، مگر وہ نہ مانی۔آخر نوجوان نے کہا: مجھے بیت الخلا جانا ہے۔

شہزادی نے لونڈی سے کہا اس کے واسطے چھت پر انتظام کر دو، جہاں سے یہ کسی طرح بھاگ نہ سکے۔ وہ چھت زمین سے چالیس گز اونچی تھی، جب اوپر پہنچا تو کہنے لگا: اے اللہ! مجھے بُرے کام پر مجبور کیا جاتا ہے، لیکن میں اپنے آپ کو یہاں سے گرادینا ارتکاب گناہ سے اچھا جانتا ہوں۔

پھر بسم اللہ کہہ کر چھت سے کود پڑا، اللہ تعالی نے ایک فرشتہ بھیجا، جس نے اس کا بازو پکڑ کر زمین پر کھڑا کر دیا، اسے کچھ تکلیف نہ ہونے پائی۔ پھر دعا کی: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بغیر اس تجارت کے بھی روزی دے سکتا ہے۔

اللہ تعالی نے اس کے پاس سونے کی ایک تھیلی بھیجی، اس نے اس میں سے جتنا اس کے دامن میں سمایا، لے لیا۔

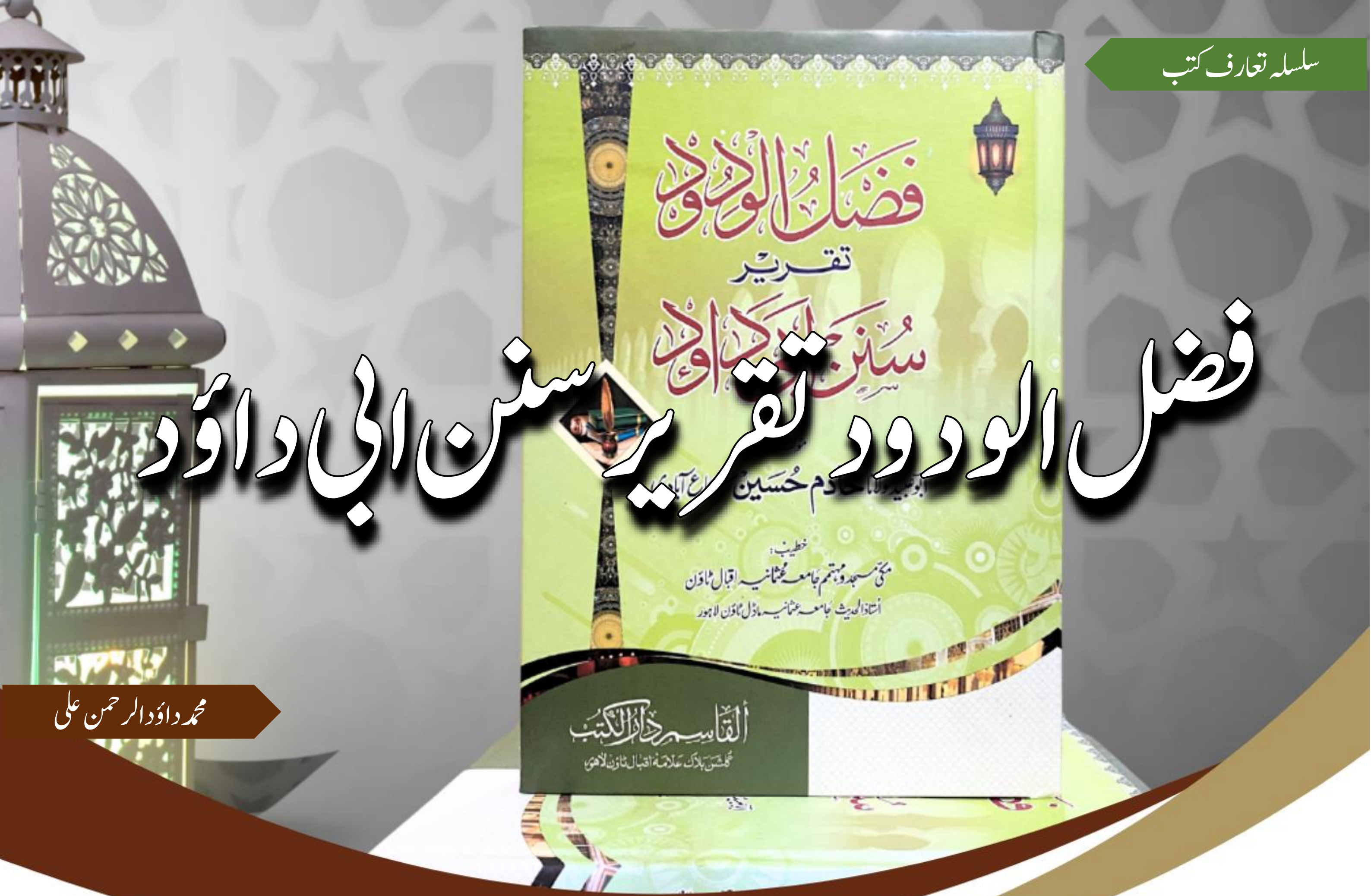
نوجوان نے کہا: الٰہی! اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے، تو اس میں مجھے برکت دے اور اگر اسکے بدلے میرا اخروی ثواب کم ہو جائے گا، تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

آواز دی گئی کہ یہ ایک جز (حصہ) ہے، اس صبر کا، جس کو تو نے چھت پر سے گرتے وقت اختیار کیا تھا۔ نوجوان نے کہا: اے اللہ! میرا اُخروی ثواب گھٹانے والی چیز مجھے بالکل درکار نہیں ہے، چنانچہ وہ سونا اس سے پھیر لیا گیا۔ (کرامات اولیاء، ص: 200)

وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان اول
ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن وغلقت
ابواب النار فلم يفتح منها باب الجنة فلم يغلق منها باب وينادي مناد: يا باغي الخير
اقبل ويا باغي الشر اقصر ن ولله عتقاء من النار وذلك كل ليلة. رواه الترمذي وابن ماجه

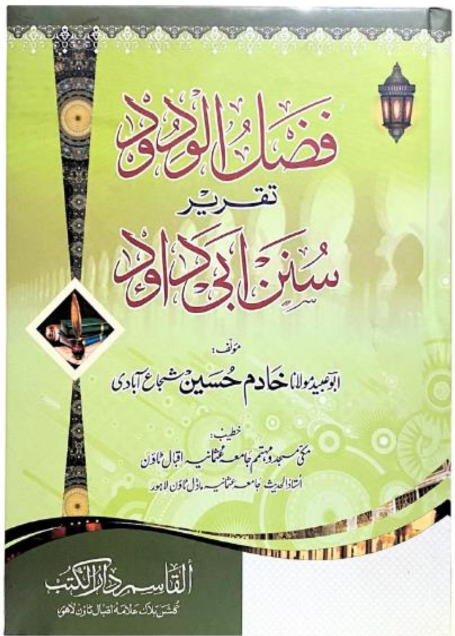
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، جہنم کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا، اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور منادی کرنے والا اعلان کرتا ہے: خیر و بھلائی کے طالب! آگے بڑھ، اور شر کے طالب! رک جا، اور اللہ کے لیے جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہیں، اور ہر رات ایسے ہوتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم رمضان کی بابرکت راتیں
حدیث نمبر: 1960)




# فضل الودود تقریر سنن ابی داؤد

محمد داؤد الرحمن علی




علم دین کا طالب علم جب دین کا علم حاصل کرتا ہے جب تک صحاح ستہ کی کتب سے استفادہ حاصل نہ کرے گا اس وقت تک وہ ''عالم دین'' نہیں کہلوا سکتا۔ عالم دین بننے کے لیے ضروری ہے کہ دین کا طالب علم صحاح ستہ کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت پائے۔ صحاح ستہ کی کتب میں ایک کتاب ''سنن ابی داؤد'' ہے۔ سنن ابی داؤد حدیث کی کتابوں میں ایک نمایاں حثیت رکھتی ہے، یہ کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں کیونکہ اس کتاب کا مقام و مرتبہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ زیر نظر کتاب ''فضل الودود تقریر سنن ابی داؤد'' شیخ التفسیر والحدیث، استاذ العلماء حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے استاد، استاذ العلماء، عالم ربانی، ولی کامل، اپنے روحانی مرشد حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب نور اللہ مرقدہ سے سنن ابی داؤد پڑھ کر اپنے ہاتھ سے مرتب فرمائی۔ حضرت استاد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جب دورہ حدیث کی کتب پڑھانی شروع کیں تو اسی سے استفادہ حاصل کر کے پڑھاتے رہے، اور طلباء اس سے استفادہ حاصل کرتے رہے۔ دورہ حدیث کے طلباء کے لیے ''فضل الودود تقریر سنن ابی داؤد'' کسی نعمت سے کم نہیں، طلباء دوران تعلیم اس سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ کتاب کو دیدہ زیب ٹائیٹل، بہترین جلد اور عمدہ و بہترین کاغذ پر شائع کیا گیا ہے، جو دورہ حدیث کے طلباء کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔